35

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

www.tanzeem.org

تنظیم اسلامی کا ترجمان

مسلسل اشاعت کا 35واں سال

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

3 تا 9 ربیع الثانی 1448ھ / 15 تا 21 ستمبر 2026ء

اس شمارے میں

روحِ محمد (ﷺ) اس کے بدن سے نکال دو!

اقامتِ دین کی جدوجہد فرض ہے

7 ستمبر 1947ء کو قادیانیوں کے خلاف تاریخی فیصلہ

حبِّ رسول ﷺ اور اس کے تقاضے (2)

......تو ہے جاہل اجہل

دعوتِ حق کا مشن

ایمان اور اُمید

مومن کو جن ذرائع سے اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے، ان میں سے ایک کا نام اُمید ہے۔ یہ وہ احساس ہے جو زندگی کی شب تاریک کو منور کرتا ہے اور زندگی کی خوفناک اور پرپیچ گزرگاہوں میں انسان کو عمل کی صاف سیدھی شاہراہ دکھاتا ہے۔ شجر زندگی کو اس سے بالیدگی ملتی ہے۔ تمدن کا عظیم الشان قلعہ اپنی تعمیر کے لئے اس کا مرہون منت ہے اور اسی کی بدولت سعادت وخوش بختی کا مزہ قائم رہتا ہے۔

امید انسان میں عمل کا داعیہ پیدا کرتی ہے اور مداومت عمل پر اسے ابھارتی ہے۔ کاش کو بیشتر اور بیشتر کو اور زیادہ سرگرم عمل بنادینا اسی کا ادنیٰ کرشمہ ہے۔ کسان کو جو چیز دن رات کھیت میں خون پسینہ ایک کرنے پر مجبور کرتی ہے وہ اچھی فصل کی امید ہے۔ تاجر خطرناک سفر اختیار کرتا ہے تو نفع کی امید پر۔ طالب علم بھی محنت نہ کرتا اگر اسے کامیابی کی امید نہ ہوتی۔ ایک سپاہی اگر شجاعت وجواں مردی کا بھرپور مظاہرہ کرتا ہے تو اس کا محرک فتح وظفر مندی کی امید کے علاوہ اور کیا ہوتا ہے۔ مریض کڑوی کسیلی دوائیں خوشی خوشی کھالیتا ہے تو اس کی وجہ بھی صحت یاب ہونے کی امید ہے۔ ٹھیک اسی طرح ایک بندۂ مومن اگر خواہش نفس کی مخالفت اور اپنے پروردگار کی ہر حالت میں اطاعت کرتا ہے تو اس عمل کے پیچھے بھی یہ امید ہی کارفرما ہوتی ہے کہ اسے اپنے پروردگار کی رضا اور خوشنودی حاصل ہوگی اور وہ اس کے انعامات فراواں کا مستحق ٹھہرے گا۔

جس طرح یاس اور کفر لازم وملزوم ہیں اسی طرح اُمید اور ایمان بھی متلازم ہیں۔ چنانچہ ایک ایماندار سب سے زیادہ پُرامید ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایمان نام ہی اُس اعلیٰ اور عظیم طاقت کو تسلیم کرنے کا ہے جو اس کائنات کا انتظام کررہی ہے جس سے کوئی چیز مخفی نہیں اور جو کسی کام سے عاجز نہیں۔ ایسی ہستی کو ماننے والا جو ہر مجبور ومضطر کی پکار سنتی ہے، جواب دیتی اور اس کی مصیبت کو دور کرنے کی پوری پوری صلاحیت رکھتی ہے، ناامید کیسے ہوسکتا ہے۔

ایمان اور زندگی
علامہ یوسف القرضاوی

مسجد اقصیٰ کی حرمت اور فلسطینی مسلمانوں کو اپنی دعاؤں میں شامل رکھیں!

الہدیٰ
1199

اللہ تعالیٰ کا علم اور قدرت ہر چیز پر محیط ہے

سورۃ لقمٰن | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات: 29،30

اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یُوۡلِجُ الَّیۡلَ فِی النَّہَارِ وَ یُوۡلِجُ النَّہَارَ فِی الَّیۡلِ وَ سَخَّرَ الشَّمۡسَ وَ الۡقَمَرَ ۫ کُلٌّ یَّجۡرِیۡۤ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی
وَّ اَنَّ اللّٰہَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِیۡرٌ ﴿۲۹﴾ ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰہَ ہُوَ الۡحَقُّ وَ اَنَّ مَا یَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِہِ الۡبَاطِلُ ۙ وَ اَنَّ اللّٰہَ ہُوَ الۡعَلِیُّ الۡکَبِیۡرُ ﴿۳۰﴾

آیت ۲۹ ﴿اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یُوۡلِجُ الَّیۡلَ فِی النَّہَارِ وَ یُوۡلِجُ النَّہَارَ فِی الَّیۡلِ﴾ ’’کیا تم دیکھتے نہیں کہ اللہ رات کو پروتا ہے دن میں اور دن کو پروتا ہے رات میں‘‘

اس مفہوم کے اعتبار سے اس کی مثال تسبیح کے دانوں کی سی ہے یعنی قدرت الٰہی سے دن اور رات کی ترتیب ایک ڈوری میں پروئے گئے سیاہ اور سفید رنگ کے دانوں کی سی ہے کہ ایک سیاہ اور ایک سفید دانہ باری باری چلے آ رہے ہیں۔ ان الفاظ کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں۔ یعنی دن جب گھٹتا ہے تو رات اس کے کچھ حصے پر قابض ہو جاتی ہے گویا وہ اس میں داخل ہو جاتی ہے۔ اور اسی طرح جب رات گھٹتی ہے تو اس کے کچھ حصے پر دن قبضہ (encroachment) کر لیتا ہے۔

﴿وَ سَخَّرَ الشَّمۡسَ وَ الۡقَمَرَ ۫ کُلٌّ یَّجۡرِیۡۤ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی وَّ اَنَّ اللّٰہَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِیۡرٌ ﴿۲۹﴾﴾ ’’اور اس نے مسخر کر دیا ہے سورج اور چاند کو۔ یہ سب کے سب چل رہے ہیں ایک وقت معین تک کے لیے اور یہ کہ اللہ باخبر ہے اس سے جو تم کر رہے ہو۔‘‘

آیت ۳۰ ﴿ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰہَ ہُوَ الۡحَقُّ وَ اَنَّ مَا یَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِہِ الۡبَاطِلُ ۙ﴾ ’’یہ اس لیے کہ اللہ ہی حق ہے اور یہ کہ یہ لوگ جس کسی کو بھی اس کے سوا پکارتے ہیں وہ باطل ہے‘‘

لغوی اعتبار سے ہر وہ چیز ’’باطل‘‘ ہے جو اگرچہ نظر تو آ رہی ہو مگر اس کا وجود حقیقی نہ ہو۔ جیسے ’’سراب‘‘ کہ دور سے دیکھنے پر پانی نظر آتا ہے مگر اصل میں وہ پانی نہیں ہوتا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے سوا جس کسی کو بھی کوئی معبود سمجھ کر پکارتا ہے، وہ محض دھوکہ اور سراب ہے۔

﴿وَ اَنَّ اللّٰہَ ہُوَ الۡعَلِیُّ الۡکَبِیۡرُ ﴿۳۰﴾﴾ ’’اور یقیناً اللہ ہی سب سے بلند و بالا اور عظمت والا ہے۔‘‘

درس حدیث

جنت اور اس کی نعمتیں

عَنۡ اَنَسِ بۡنِ مَالِکٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((غَدۡوَۃٌ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اَوۡ رَوۡحَۃٌ خَیۡرٌ مِنَ الدُّنۡیَا وَمَا فِیۡہَا وَلَقَابُ قَوۡسِ اَحَدِکُمۡ اَوۡ مَوۡضِعُ قَدَمٍ مِنَ الۡجَنَّۃِ خَیۡرٌ مِنَ الدُّنۡیَا وَمَا فِیۡہَا وَلَوۡ اَنَّ امۡرَاَۃً مِنۡ نِسَاءِ اَہۡلِ الۡجَنَّۃِ اطَّلَعَتۡ اِلَی الۡاَرۡضِ لَاَضَاءَتۡ مَا بَیۡنَہُمَا وَلَمَلَاَتۡ مَا بَیۡنَہُمَا رِیۡحًا وَلَنَصِیۡفُہَا عَلٰی رَاۡسِہَا خَیۡرٌ مِنَ الدُّنۡیَا وَمَا فِیۡہَا)) (صحیح بخاری)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ کی راہ میں گزرنے والی ایک صبح یا ایک شام دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ اور جنت میں تمہاری ایک کمان کے برابر جگہ یا ایک قدم کے فاصلے کے برابر جگہ دنیا اور اس کی ساری چیزوں سے بہتر ہے۔ اور اگر اہل جنت کی بیویوں میں سے کوئی عورت زمین کی طرف جھانکے تو ان دونوں کے درمیان (یعنی جنت سے لے کر زمین تک) روشنی ہی روشنی ہو جائے، اور مہک اور خوشبو سے بھر جائے، اور اس کے سر کا صرف دوپٹہ دنیا اور اس کی ساری چیزوں سے بہتر ہے۔‘‘

تشریح: حدیث کے ابتدائی حصے میں دعوت واقامت دین کے سلسلے میں اللہ کی راہ میں نکلنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ اللہ کی راہ میں تھوڑی دیر کے لیے نکلنا دنیا اور اس میں جو کچھ ہے اس سے بہتر ہے۔ حدیث کے دوسرے حصے میں جنت کی نعمتوں خصوصاً اہل جنت کی بیویوں کے غیر معمولی حسن وجمال کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس حدیث میں اہل ایمان کو دین کی دعوت عام کرنے اور اقامت دین کی جدوجہد کرنے کی ترغیب وتشویق دلائی گئی ہے۔

ہفت روزہ

لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

3 تا 9 ربیع الثانی 1448ھ — جلد 35
15 تا 21 ستمبر 2026ء — شمارہ 35

مدیر مسئول: شجاع الدین شیخ

مدیر اعزازی: حافظ عاکف سعید

مدیر: رضاء الحق

مجلس ادارت: * فرید اللہ مروت * محمد رفیق چودھری * وسیم احمد باجوہ * خالد نجیب خان

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: سیکرٹری دین حق ٹرسٹ لاہور
مطبع: آر آر پرنٹرز، سگیاں روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی

"دار الاسلام" ملتان روڈ چونگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org

مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
nk@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 30 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرون ملک .... 1,200 روپے
بیرون پاکستان
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (32,000 روپے)
انڈیا، یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (24,000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ

رضاء الحق

روحِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بدن سے نکال دو!

اسلام محض چند عبادات، چند اخلاقی تعلیمات یا ایک مذہبی شناخت کا نام نہیں، بلکہ ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جس کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی وحی، قرآن مجید اور رسول اکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس اور اسوۂ حسنہ پر قائم ہے۔ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا آخری کلام ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری رسول، قرآن کے اولین مخاطب، اس کے عملی شارح اور اس کی تعلیمات کے کامل ترین نمونہ ہیں۔ گویا قرآن اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک دوسرے سے جدا کر کے اسلام کا تصور ہی مکمل نہیں ہو سکتا۔ قرآن ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہدایت پہنچاتا ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں یہ بتاتے ہیں کہ اس ہدایت کو انسانی زندگی میں کس طرح نافذ اور قائم کیا جائے۔ اسی حقیقت کی بنا پر ایمان کے بنیادی اجزاء میں اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوںؑ اور یوم آخرت پر ایمان کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ مسلمان کا ایمان محض ان چیزوں تک محدود نہیں جنہیں وہ اپنی آنکھ سے دیکھ سکے۔ وہ اللہ تعالیٰ کو مانتا ہے، ملائکہ کو مانتا ہے، وحی کو مانتا ہے، آخرت، جنت، جہنم اور تقدیر پر ایمان رکھتا ہے۔ قرآن حکیم اہلِ ایمان کی تعریف ہی یہ کرتا ہے کہ وہ "غیب پر ایمان" رکھتے ہیں۔ یہی ایمان انسان کو یہ شعور دیتا ہے کہ اس کی اصل جواب دہی دنیا کی عدالتوں سے آگے ایک ایسی عدالت میں ہے جہاں نہ کوئی اثر و رسوخ کام آئے گا، نہ دولت، نہ اقتدار اور نہ ہی کسی بین الاقوامی طاقت کا دباؤ۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس سے محبت مسلمان کے ایمان کا محض جذباتی یا ثقافتی پہلو نہیں بلکہ عقیدے کا بنیادی تقاضا ہے۔ چنانچہ ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا مسئلہ مسلمانوں کے لیے کسی فرد، جماعت یا سیاسی حکومت کا بنایا ہوا مسئلہ نہیں؛ یہ خود اسلام کے بنیادی تصورِ ایمان سے جڑا ہوا معاملہ ہے۔

تاریخ اسلام گواہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت و عزت کے تحفظ کے لیے اپنی جان، مال، گھر، خاندان اور دنیا کی ہر آسائش قربان کر دی۔ بعد کی صدیوں میں بھی لاتعداد مسلمان ایسے گزرے جنہوں نے عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی زندگی کا سرمایہ سمجھا اور ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے تحفظ کے لیے جانیں نچھاور کیں۔ پاکستان کی تاریخ میں بھی ایسے افراد موجود ہیں جنہوں نے اسی جذبے کے تحت اپنی زندگیاں قربان کیں۔ تاہم یہاں ایک بنیادی اصول کو فراموش نہیں کیا جا سکتا: اسلام میں سزا دینے کا اختیار اصولی طور پر افراد، ہجوم یا غیر ریاستی گروہوں کے ہاتھ میں نہیں بلکہ بااختیار عدالت اور ریاست کے پاس ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں ریاست کی ذمہ داری فیصلہ کن حیثیت اختیار کر لیتی ہے۔

اگر کسی معاشرے میں کسی مقدس ہستی، مذہبی کتاب یا مذہبی شعائر کی توہین کے خلاف قانون موجود ہو لیکن ریاست اس قانون کو مؤثر طور پر نافذ نہ کرے، مقدمات برسوں لٹکائے، شواہد کی حفاظت نہ کرے، مجرموں کو کیفرِ کردار تک نہ پہنچائے اور عدالتوں کو دباؤ سے محفوظ نہ رکھے تو معاشرے میں قانون ہاتھ میں لینے کا رجحان پیدا ہوتا ہے۔ یہ رجحان بذاتِ خود انتہائی خطرناک ہے، کیونکہ اس کے نتیجے میں الزام اور جرم، تحقیق اور سزا، عدالت اور ہجوم کے درمیان فرق مٹنے لگتا ہے۔ پاکستان میں دفعہ 295-C اسی تناظر میں ایک نہایت حساس قانونی شق ہے۔ موجودہ قانونی ڈھانچے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں توہین آمیز کلمات یا تحریر کے جرم کے لیے سزائے موت اور جرمانے کی گنجائش موجود ہے۔ لیکن یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ دفعہ 295-C کے تحت آج تک کسی شخص کی سزا پر عمل درآمد کرتے ہوئے اُسے پھانسی نہیں دی گئی۔ یورپی یونین کی پاکستان میں ایک سابق سفیر نے خود تسلیم کیا تھا کہ پاکستان میں توہینِ مذہب کے الزام میں کسی شخص کو پھانسی نہیں دی گئی۔ دوسری طرف مقدمات میں سزائے موت سنائے جانے کے واقعات موجود ہیں، جن میں تمام فیصلے بعد ازاں اعلیٰ عدالتوں نے "باہر" سے حکم آنے پر ختم کر دیے۔

البتہ مغربی دنیا کو بھی آزادیٔ اظہار کے بارے میں اپنے دوہرے معیارات پر غور کرنا چاہیے۔ یورپی یونین خود تسلیم کرتی ہے کہ ہولوکاسٹ سے انکار یا اس کی تحریف متعدد یورپی ممالک میں قابلِ سزا جرم ہے، جبکہ یورپی قانونی نظام 'نفرت انگیز اظہار' اور بعض تاریخی جرائم کے انکار پر بھی پابندیاں عائد کرتا ہے۔ جرمنی میں نازی دور کے جرائم کی عوامی تردید یا تحقیر بھی قانوناً جرم ہے۔ امریکہ میں بھی 2026ء تک 27 ریاستیں سزائے موت کو اپنے قوانین میں برقرار رکھے ہوئے ہیں اور وفاقی حکومت بھی اسے قانونی سزا کے طور پر برقرار رکھتی ہے۔ لہٰذا اگر بعض ''تہذیبی و تاریخی'' مقدسات کی توہین کو مغربی ممالک اپنے معاشرتی امن، انسانی وقار یا تاریخی شعور کے تحفظ کے لیے قانون کے ذریعے محدود کر سکتے ہیں تو مسلمانوں کے لیے قرآن مجید اور رسول اللہ ﷺ کی حرمت کا ناقابلِ تعرض ہونا اور مغرب کا اس کو ''انتہاپسندی'' قرار دینا ایک دجالی دوہرا نظام نہیں تو کیا ہے؟

پاکستان میں ختمِ نبوت کا مسئلہ بھی اسی بنیادی اسلامی عقیدے سے وابستہ ہے۔ قرآن مجید نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو ''خاتم النبیین'' قرار دیا اور رسول اللہ ﷺ نے متعدد احادیث میں واضح فرمایا کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اسی بنیادی عقیدے کی روشنی میں پاکستان کی پارلیمان نے 1974ء میں آئینی ترمیم کے ذریعے قادیانی اور لاہوری گروہوں کو غیر مسلم قرار دیا۔ اس فیصلے سے قبل قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کے سامنے دونوں گروہوں کے نمائندوں کو اپنا موقف پیش کرنے اور تفصیلی سوال و جواب کا موقع دیا گیا۔ سرکاری کارروائی کے مطابق قادیانی گروہ کے سربراہ مرزا ناصر احمد سے کئی دن تک سوالات کیے گئے جبکہ لاہوری گروہ کے نمائندوں سے بھی علیحدہ کارروائی ہوئی۔ بعد ازاں 7 ستمبر 1974ء کو دوسری آئینی ترمیم منظور ہوئی۔ اس تاریخی واقعے کا بنیادی پہلو یہ ہے کہ پاکستان کے آئینی نظام نے ایک جھوٹے مدعیٔ نبوت اور اس کے ساتھ والے گروہ کا خود کو مسلمان کہلانے کی آئینی حیثیت متعین کر دی کہ وہ غیر مسلم ہیں۔ اس آئینی حقیقت کا تقاضا ہے کہ ریاست اپنے آئین اور قوانین پر غیر جانب داری سے عمل کرے۔ قانون کی پابندی ہی وہ راستہ ہے جو عقیدے کے تحفظ اور شہری نظم دونوں کو محفوظ رکھتا ہے۔ آج اس خطرہ کو سوشل میڈیا کے بے قابو ماحول نے مزید سنگین کر دیا ہے۔ قرآن مجید، رسول اللہ ﷺ، اہلِ بیتؓ، ازواجِ مطہراتؓ، صحابہ کرامؓ اور دیگر مقدسات کے خلاف انتہائی فحش اور اشتعال انگیز مواد کے منظم پھیلاؤ کی اطلاعات سامنے آتی رہی ہیں۔ وزارتِ مذہبی امور نے بھی ماضی میں ایف آئی اے اور متعلقہ تحقیقات کے حوالے سے لاکھوں سوشل میڈیا اکاؤنٹس کے بارے میں تشویش ظاہر کی تھی اور کہا تھا کہ بعض منظم گروہ مذہبی توہین آمیز مواد کے ذریعے معاشرتی انتشار پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ حالیہ برسوں میں سائبر توہینِ مقدسات کے مقدمات میں ایسے افراد بھی گرفتار ہوئے ہیں جن کا تعلق بظاہر مسلم معاشرے سے ہے۔

یہاں ایک اور نہایت اہم پہلو بھی سامنے آتا ہے: توہین آمیز مواد اور فحاشی کا باہمی امتزاج۔ اسلام نے حیا کو ایمان کے ساتھ جوڑا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''حیا ایمان کا حصہ ہے۔'' چنانچہ قرآن یا رسول اللہ ﷺ کی توہین کو فحش مواد کے ساتھ جوڑ کر پیش کرنا محض مذہبی گستاخی نہیں بلکہ معاشرتی و اخلاقی فساد کی ایک انتہائی خطرناک شکل بھی ہے۔ اگر مقدس کلام کے نسخے کسی مجرمانہ کارروائی میں استعمال ہوئے ہوں تو انہیں محض ''ثبوت'' سمجھ کر بے حرمتی کا شکار نہیں ہونا چاہیے: شواہد کو محفوظ رکھنے کے لیے جدید فرانزک طریقے اختیار کیے جائیں اور پھر ان نسخوں کے بارے میں شرعی و قانونی تقاضوں کے مطابق فیصلہ کیا جائے اور جلد از جلد ایسے نسخوں کی تطہیر اور ان کو شرعی احکامات کے مطابق دفنانے کا اہتمام کیا جائے۔

اس سارے معاملے میں ریاست، سیاسی جماعتوں، مذہبی جماعتوں، علماء، وکلاء، بار ایسوسی ایشنز، ذرائع ابلاغ اور عام مسلمانوں کی ذمہ داریاں اپنی اپنی جگہ واضح ہیں۔ قرآن مجید کی حرمت اور رسول اللہ ﷺ کی ناموس کا تحفظ صرف نعروں، جلسوں یا احتجاجی بیانات سے نہیں ہوگا؛ اس کے لیے مضبوط قانون، مؤثر تفتیش، آزاد اور محفوظ عدلیہ، جدید سائبر فرانزک، تیز رفتار مگر عادلانہ نظامِ انصاف اور مجرموں کے خلاف بلا امتیاز قانونی کارروائی ضروری ہے۔ جو شخص جھوٹا الزام لگائے اُسے بھی قانون کے تحت سزا ملنی چاہیے اور جو شخص حقیقتاً توہین کا مرتکب ثابت ہو اُسے بھی قانون کے مطابق سزا سے بچنے کا راستہ نہیں ملنا چاہیے۔ اسی طرح ایسے بدبخت عناصر جو دفعہ C-295 کو ''کالا قانون'' قرار دے کر اس کی مکمل تنسیخ کا مطالبہ کرتے ہیں، ان کی بھی قانون کے مطابق گرفت لازمی ہے۔ اختلافِ رائے ہر معاشرے کا حصہ ہے، لیکن ایسا اظہار جو دانستہ طور پر مذہبی اشتعال، فساد یا عوامی انتشار کو جنم دے، اس کے قانونی نتائج سے کسی بھی معاشرے میں مکمل استثنا نہیں دیا جا سکتا۔ اصل سوال یہ ہے کہ پاکستان اپنے قیام کے بنیادی نظریاتی تشخص کے ساتھ کیا معاملہ کرنا چاہتا ہے؟ اگر پاکستان اپنے آپ کو اسلامی جمہوریہ کہتا ہے تو اسے اسلام کے بنیادی تصورات، قرآن کی حاکمیت، سنتِ رسول ﷺ کی رہنمائی، ختمِ نبوت اور ناموسِ رسالت ﷺ کے احترام کو محض آئینی عبارتوں تک محدود نہیں رکھنا چاہیے۔ ایک حقیقی اسلامی فلاحی ریاست میں قانون سب کے لیے یکساں ہوگا، عدالتیں مضبوط ہوں گی، مجرم خواہ کسی بھی طبقے سے تعلق رکھتا ہو قانون کے سامنے جواب دہ ہوگا، بے گناہ کو محض الزام پر سزا نہیں دی جائے گی اور کسی مقدس ہستی کی توہین کو ''آزادیٔ اظہار'' کے مبہم پردے میں چھپانے کی اجازت نہیں ہوگی۔ ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ناموسِ رسالت ﷺ کا تحفظ صرف ایک قانونی مسئلہ نہیں، یہ ہمارے ایمان کا امتحان بھی ہے۔ قرآن مجید، رسول اللہ ﷺ اور اسلام کے مقدسات سے ہماری محبت ہمارے دعوائے ایمان کی سچائی کا آئینہ ہے۔

لہٰذا آج پاکستان کو نہ مغرب کے دباؤ کے سامنے اپنی دینی شناخت سے دستبردار ہونے کی ضرورت ہے اور نہ اپنے جذبات کو بے لگام ہجوم کے حوالے کرنے کی۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ پاکستان ایک مضبوط، خود مختار، عادل اور اسلامی فلاحی ریاست کی حیثیت سے اپنے قوانین کو مؤثر بنائے۔ قرآن و سنت کی روشنی میں معاشرتی و قانونی نظام کی اصلاح کرے۔ سائبر جرائم اور توہین آمیز مواد کے خلاف جدید ریاستی صلاحیت پیدا کرے اور ہر مقدس معاملے کو قانون کے دائرے میں تحفظ فراہم کرے۔ تب ہی دنیا کو یہ پیغام دیا جا سکے گا کہ مسلمان نبی اکرم ﷺ کی حرمت کے بارے کبھی سمجھوتا نہیں کیا کرتے۔ ہماری اصل منزل ایسی اسلامی فلاحی ریاست کا قیام ہے جہاں شریعتِ محمدی ﷺ کی روح میں عدل قائم ہو، قانون سب پر یکساں نافذ ہو، مقدسات کی حرمت محفوظ ہو اور کسی بیرونی طاقت کی پاکستان کے دینی، آئینی اور قانونی معاملات میں مداخلت کی گنجائش باقی نہ رہے۔ مغرب تو چاہتا ہی یہی ہے کہ مسلمان اپنے اصل کو چھوڑ کر مغربی تہذیب کو اپنا لیں۔ اس ابلیسی سازش کو ناکام بنانا ہم سب کی اجتماعی ذمہ داری ہے۔ یہ صرف پاکستان کی دنیا میں کامیابی کا مسئلہ نہیں؛ یہ ہماری آخرت کی کامیابی و ناکامی کا بھی معاملہ ہے۔

بقول اقبال: ؎

وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روحِ محمدؐ اس کے بدن سے نکال دو

اقامتِ دین کی جدوجہد فرض ہے

(عہدِ جدید کے مفسرین کی آراء کی روشنی میں)

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ حفظہ اللہ کے 21 اگست 2026ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

مرتب: ابوابراھیم

خطبہ مسنونہ اور تلاوت آیات قرآنی کے بعد!

اقامت دین کی جدوجہد کا فرض ہونا ڈاکٹر اسرار احمدؒ، مولانا مودودیؒ یا عہد جدید کے دیگر سکالرز اور علماء کا پیدا کردہ مسئلہ نہیں ہے بلکہ اُمت کا ساڑھے 14 سو سال سے اس پر اجماع ہے۔ گزشتہ خطبات جمعہ میں ہم نے اسی تناظر میں اسلاف اور ائمہ کے اقوال اور ماضی بعید اور قریب کے جید علماء کی تفاسیر سے حوالے پیش کیے تھے، اسی تسلسل کو قائم رکھتے ہوئے آج ہم عہد جدید کے 7 اہل علم اور مفسرین کی آراء آپ کی خدمت میں پیش کریں گے۔ ان شاءاللہ!

سب سے پہلے حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا حوالہ پیش کریں گے۔ اُن کی سینکڑوں کتب اور مواعظ شائع شدہ ہیں۔ ان میں سے ایک الافادات الیومیہ ہے جس میں سورۃ الحج کی آیت 41 کی تشریح انہوں نے کی ہے۔ ﴿اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۴۱﴾﴾ ''وہ لوگ کہ اگر انہیں ہم زمین میں تمکن عطا کر دیں تو وہ نماز قائم کریں گے اور زکوٰۃ ادا کریں گے اور وہ نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے۔ اور تمام امور کا انجام تو اللہ ہی کے قبضہ قدرت میں ہے۔''

اس آیت کی تشریح میں وہ لکھتے ہیں:

''حکومت کا مقصد عصری اقامتِ دین ہے۔ (اللہ کے دین کا قائم ہونا) اگر ایسی نیت ہے تو کوشش کریں یعنی حدود و شریعت کا تحفظ شرط ہے۔''

یعنی اگر ان احکامات پر عمل کرنے کی نیت ہے تو حدود و شریعت کا تحفظ پیش نظر رہنا چاہیے۔ حدود صرف سزاؤں کو نہیں کہتے، شریعت کے احکامات کو حدود کہا جاتا ہے۔ سورۃ النساء کی آیات 11 اور 12 میں وراثت کے احکامات کے بارے میں تفصیل آئی ہے اور وہیں ذکر آیا کہ یہ اللہ کی حدود ہیں۔ روزے کے متعلق سورۃ البقرۃ کے 23 ویں رکوع میں احکامات آئے ہیں۔ وہاں بھی ان احکامات کو اللہ کی حدود قرار دیا گیا۔ شرعی سزاؤں کے لیے بھی حدود کا لفظ آتا ہے اور شریعت کے احکامات کے لیے بھی۔

مولانا اشرف علی تھانویؒ آگے فرماتے ہیں:

''مگر اب تو ایسا اطلاق ہو رہا ہے کہ شریعت کے خلاف ہو یا موافق۔ تو ایسی حکومت تو فرعون اور شداد کو بھی حاصل تھی۔ حکومت سے اصل مقصود اقامتِ دین ہے' اللہ کے دین کا قائم ہونا' اس کے احکامات کا نافذ ہونا۔ حکومت سے اصل مقصود اقامت دین ہے اور تدابیر یعنی ذرائع اس کے اسباب ہیں۔ اگر دین مقصود نہیں جیسا کہ آج کل حالت ظاہر ہے تو لعنت ہے ایسی حکومت پر۔''

مولانا اشرف علی تھانوی ﷫ کے یہ الفاظ پاکستان بننے سے پہلے کے ہیں۔ کراچی میں علماء کی ایک مجلس میں، میں نے عرض کیا تھا کہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ ہمیں اسلامی ریاست کا وفادار ہونا چاہیے، بالکل ہونا چاہیے مگر پہلے یہ تو واضح ہونا چاہیے کہ اسلامی ریاست کسے کہتے ہیں۔ اُمت کے علماء نے بہت پہلے واضح کر دیا ہے کہ اسلامی ریاست قرار پانے کے لیے کچھ بنیادی شرائط ہیں۔ موجودہ دور کے علماء کا یہ کام ہے کہ وہ ان شرائط پر بات کریں، لوگوں کو بتائیں۔ اس پر بعض حلقوں کو پریشانی ہوگئی کہ میں نے یہ بات کیوں کر دی؟ مولانا اشرف علی تھانوی ﷫ تو قیام پاکستان سے پہلے لکھ رہے ہیں کہ اگر دین مقصود نہیں جیسا کہ آج کل حالت ظاہر ہے تو لعنت ہے ایسی حکومت پر۔

دوسری رائے مفتی محمد شفیع ﷫ کی ہے جو انہوں نے اپنی تفسیر معارف القرآن میں 'اقامت دین فرض اور اس میں تفریق کرنا حرام ہے' کے عنوان سے لکھی ہے۔ یہ تفسیر انہوں نے سورۃ الشوریٰ کی آیت 13 کی تشریح میں لکھی ہے۔ آیت کا ترجمہ:

''(اے مسلمانو!) اللہ نے تمہارے لیے دین میں وہی کچھ مقرر کیا ہے جس کی وصیت اُس نے نوحؑ کو کی تھی' اور جس کی وحی ہم نے (اے محمد ﷺ) آپ کی طرف کی ہے' اور جس کی وصیت ہم نے کی تھی ابراہیم کو اور موسیٰؑ کو اور عیسیٰؑ کو کہ قائم کرو دین کو۔ اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو۔''

یعنی دین کو قائم کرنے کی جدوجہد کرنے کا حکم اللہ نے اپنے تمام انبیاءؑ کو دیا اور یہ ہمیشہ سے اللہ کے بندوں پر فرض ہے۔ پھر دین کے قیام سے مراد کیا ہے؟ اس کی تفصیلات ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے بھی بیان کی ہیں۔ لیکن ہم یہاں ان تفصیلات میں نہیں جائیں گے بلکہ عہد حاضر کے دیگر علماء کی آراء پیش کریں گے تاکہ یہ معلوم ہو کہ ڈاکٹر اسرار احمد ﷫ اپنی طرف سے بات نہیں کر رہے تھے بلکہ یہ اُمت کے علماء کا متفقہ موقف ہے۔ مفتی محمد شفیع ﷫ امام قرطبی ﷫ کا حوالہ پیش کرتے ہوئے آگے لکھتے ہیں:

''خلاصۂ کلام یہ کہ اس آیت میں حکم اس دین مشترک اور متفق علیہ کے قائم رکھنے کا ہے جس پر تمام انبیاء علیہم السلام متفق اور مشترک چلے آئے ہیں۔ اس میں اختلاف و تفرق کے لفظ سے تعبیر کر کے ممنوع کیا گیا ہے۔ انہی قطعی احکام میں اختلاف و تفرق کو احادیث مذکورہ میں ایمان کے لیے خطرہ و سبب ہلاکت فرمایا ہے اور اقامت دین سے مراد اس پورے دین پر قائم دائم رہنا، اس میں کسی شک و شبہ کو راہ نہ دینا اور کسی حال اس کو نہ چھوڑنا شامل ہے۔''

آج بعض لوگوں کو غلط فہمی ہوگئی ہے کہ صرف نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج اور عقیدے کا نام ہی اسلام ہے۔ مفتی محمد شفیع ﷫ اور دیگر مفسرین نے لکھا ہے کہ تمام انبیاء کے

ہاں معاشرتی ہدایات بھی موجود تھیں، سیاسی رہنمائی بھی موجود تھی معاشی اعتبار سے بھی رہنمائی موجود تھی سزاؤں کے حوالے سے بھی تصورات سب کے ہاں مشترک تھے۔ لہٰذا صرف عقیدے بیان نہیں کیے جائیں گے، صرف عبادات کا اہتمام نہیں ہوگا بلکہ شریعت کے احکامات کا نفاذ بھی ہوگا جس میں لوگوں کی جان، مال، آبرو، عقل اور عقیدے کی حفاظت ہوگی۔ یہ پانچ باتیں بڑی اہم ہے اور ان کو ''مقاصد الشریعہ'' کہتے ہیں۔ یعنی شریعت نے جو احکامات عطا کیے ہیں اُن میں بڑا مقصد لوگوں کے عقیدے، جان، مال، آبرو اور عقل کی حفاظت کرنا ہے۔ یہ تمام انبیاء کرام ؑ کا مشترک دین ہے اور اس کا قیام ہوگا۔

تیسری رائے مولانا شبیر احمد عثمانی ؒ کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''سب انبیاء ؑ اور ان کی اُمتوں کو حکم ہوا کہ دین الٰہی کو اپنے قول اور عمل سے قائم رکھیں اور اصل دین میں کسی طرح کی تفریق اور اختلاف کو روا نہ رکھیں۔''

دین صرف پڑھانے یا بیان کرنے کے لیے نہیں آیا بلکہ عمل کے لیے آیا ہے اور عمل صرف انفرادی سطح پر نہیں بلکہ اجتماعی سطح پر بھی مطلوب ہے۔ علامہ شبیر احمد عثمانی ؒ سورۃ بنی اسرائیل کی آیات 80 اور 81 کا حوالہ پیش کرتے ہیں:

''اور دعا کیجیے کہ اے میرے رب مجھے داخل کر عزت کا داخل کرنا اور مجھے نکال عزت کا نکالنا اور مجھے خاص اپنے پاس سے مددگار قوت عطا فرما۔ اور آپ کہہ دیجیے کہ حق آ گیا اور باطل بھاگ گیا۔ یقیناً باطل ہے ہی بھاگ جانے والا۔''

اس کے بعد وہ اس کی تشریح میں لکھتے ہیں:

''دنیا میں کوئی قانون ہو ساوی یعنی آسمانی یا ارضی یعنی زمین والوں کا اس کے نفاذ کے لیے ایک درجے میں ضروری ہے کہ حکومت کی مدد ہو۔

یہی دعا حضور ﷺ نے بھی مانگی تھی:

﴿وَاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا ۝﴾

''اور مجھے خاص اپنے پاس سے مددگار قوت عطا فرما۔''

یہ غلبہ اور قوت کی دعا حکومت اور اختیار کے لیے تھی تاکہ شریعت کے احکام کو نافذ کیا جا سکے۔ اگر دنیا اپنی طرف سے کوئی قانون بناتی ہے تو اس کے نفاذ کے لیے بھی حکومت چاہیے، اللہ کا قانون نافذ کرنے کے لیے بھی صرف مساجد میں درس کافی نہیں ہے، اسے ہی والے ماحول میں دینی تبلیغ و تربیت کافی نہیں ہے، دینی نشر و اشاعت کافی نہیں ہے، یہ سب کام بھی کرنے والے ہیں لیکن باہر نکل کر شریعت کے نفاذ کی جدوجہد بھی لازم ہے۔ مولانا شبیر احمد عثمانی ؒ آگے لکھتے ہیں:

''جو لوگ دلائل اور براہین سننے اور سورج کی طرح حق واضح ہو چکنے کے بعد بھی ضد اور عناد پر قائم رہیں ان کے ضرر اور فساد کو حکومت کی مدد ہی سے روک لگ سکتی ہے۔''

چور کا ہاتھ کاٹنا پڑے گا، قاتل کو پھانسی دینی پڑے گی، ظالموں کا ہاتھ روکنا پڑے گا، تبھی لوگوں کی جان مال آبرو محفوظ ہوگی۔ لیکن یہ تب ممکن ہوگا جب یہ سزائیں نافذ کرنے کے لیے آپ کے پاس حکومت ہوگی۔ اس کے بعد مولانا شبیر احمد عثمانی ؒ سورۃ الحدید کی آیت 25 کا حوالہ دیتے ہیں جس کو ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے بھی اپنے منتخب نصاب کے دروس میں بارہا بیان کیا:

﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ﴾ ''ہم نے بھیجا اپنے رسولوں کو واضح نشانیوں کے ساتھ اور ہم نے ان کے ساتھ کتاب اور میزان اُتاری تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں۔ اور ہم نے لوہا بھی اُتارا ہے اس میں شدید جنگی صلاحیت ہے اور لوگوں کے لیے دوسری منفعتیں بھی ہیں۔''

رسول کیوں بھیجے گئے؟ معجزات کیوں عطا کیے گئے؟ کتاب کیوں دی گئی؟ شریعت کا قانون کیوں دیا گیا؟ اس لیے کہ انسانیت عدل و قسط پر قائم رہے۔ لیکن عدل و قسط کے نظام کو قائم کرنے میں جو لوگ رکاوٹ بنیں، ان کے خلاف تلوار اُٹھانی پڑے گی۔ پیغمبروںؑ نے تلوار اٹھائی۔ قرآن میں قتال کا تذکرہ ہے، محمد مصطفیٰ ﷺ نے میدان قتال میں کھڑے ہو کر دکھایا۔

چوتھی رائے شیخ عبدالرحمٰن سعدی ؒ کی ہے۔ تفسیر سعدی بڑی معروف ہے، اہل الحدیث مکتب فکر میں اکثر اس کا حوالہ دیا جاتا ہے۔ وہ سورۃ محمد کی اس آیت:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ۝﴾ ''اے اہل ایمان! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور وہ تمہارے قدموں کو جما دے گا۔''

کی تفسیر میں حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو حکم دیا ہے کہ وہ اقامت دین کی جدوجہد میں حصہ لے کر اور دین کے دشمنوں کے خلاف جہاد کر کے اللہ تعالیٰ کی مدد کریں۔ یعنی اللہ کے دین کی نصرت کریں اور ان کی اس ساری جدوجہد کا مقصود رضائے الٰہی کا حصول ہو۔ اگر اہل ایمان نے ایسا کیا تو اللہ اُن کی مدد کرے گا اور اُنہیں ثابت قدمی عطا فرمائے گا۔ یعنی اطمینان اور استقلال کے ساتھ ان کے دلوں کو تقویت بخشے گا، ان کے جسموں کو قوت سے نوازے گا اور دشمنوں کے مقابلے میں اُن کی مدد کرے گا۔''

اس کے بعد شیخ عبدالرحمٰن سعدی ؒ عالم عرب کے ایک مفسر کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس آیت کے ذیل میں تفسیر اضواء البیان میں علامہ محمد الامین الشنقیطی نے لکھا ہے کہ اللہ کی مدد کرنے سے مراد یہ ہے کہ اہل ایمان اللہ کے دین اور کتاب کی مدد کریں۔ اوامر کا حکم دیں اور نواہی سے بچیں اور محمد ﷺ پر نازل کردہ شریعت کے نفاذ کے لیے کوشش اور جہاد کریں۔

پانچویں رائے پیر کرم شاہ الازہری ؒ کی ہے۔ یہ بریلوی مکتب فکر کے بہت بڑے عالم گزرے ہیں۔ مفتی تقی عثمانی جب فیڈرل شریعت کورٹ میں جج تھے تو یہ بھی ان کے ساتھ جج ہوا کرتے تھے۔ ان کی تفسیر ''ضیاء القرآن'' کا بڑا حصہ جیل میں مکمل ہوا ہے۔ سورۃ الشوریٰ کی آیت 13 کی تشریح میں وہ لکھتے ہیں:

''تمام انبیاء کرام ؑ کو یہی حکم دیا گیا تھا کہ اس دین کو قائم کرو، لوگوں کی عملی زندگیوں میں اسے رائج کرو تاکہ لوگوں کے اعمال اسی دین کے قالب میں ڈھل جائیں۔ صرف زبانی دعوت دینا اور اس دعوت کے محاسن کو بیان کرتے رہنا ہی انبیاء کا فریضہ نہ تھا بلکہ اُن کی ذمہ داری یہ بھی تھی کہ جہاں یہ نظام حیات رائج نہیں وہاں اسے رائج کیا جائے اور جہاں یہ رائج ہے وہاں یہ اہتمام کیا جائے کہ یہ رواج پذیر رہے۔''

یہی بات ڈاکٹر اسرار احمد ؒ بھی بیان کرتے تھے کہ دین کو قائم کرنا یا قائم رکھنا ایک ہی بات ہے۔ اگر کہیں دین قائم ہو چکا ہو تو اس کو قائم رکھنا فرض ہے اور جہاں دین قائم نہیں ہے وہاں اس کو قائم کرنے کی جدوجہد کرنا فرض ہے۔ یہی بات پیر کرم شاہ الازہری ؒ بیان کر رہے ہیں۔

چھٹی رائے استاد محمد مبارک ؒ کی ہے جو کہ سرزمین شام سے تعلق رکھنے والے انتہائی محترم استاد ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب ''الفکر الاسلامی الحدیث فی مواجہات الافکار الغربیہ'' میں مغربی افکار پر چوٹیں لگائی ہیں اور اقامت دین کی تناظر میں لکھتے ہیں:

''ہمارے موجودہ دور میں کامل مسلمان اس کو سمجھا جاتا ہے جو اپنی خانقاہ میں بیٹھ کر ہر وقت ذکر و اذکار اور عبادت

میں مصروف رہتا ہے۔ معاشرے میں کیا ہو رہا ہے؟ اس سے کوئی غرض نہیں رکھتا۔ عبادت کی یہ صورت قطعی طور پر اس صورت کے مطابق نہیں ہے جس پر نبی کریم ﷺ اور آپؐ کے نقشِ قدم پر چلنے والے صحابہ کرام ؓ عمل پیرا تھے۔ اگر ایک طرف ان کی زندگی کا ایک بڑا جزو عبادت تھا تو دوسری طرف جہاد بھی اس کی صفات کو بھرے ہوئے تھا۔ معاشرے کو غلط عقائد سے آزاد کرنے کا جہاد، صحیح عقائد کو دلوں میں بٹھانے کا جہاد، معاشرے کو ظالم کے ظلم و استبداد سے نجات دلانے کا جہاد، کمزوروں کی مدد کا جہاد اور لوگوں کے درمیان عدل کے قیام کا جہاد۔ اسی طرح ایک مسلمان کی زندگی بھی ناقص اور مضطرب رہتی ہے جو جہاد اور معاشرتی اصلاح میں تو مشغول رہتا ہو مگر وہ عبادات اور تعلق باللہ سے خالی ہو۔"

یہ بڑی خوبصورت بات ہے۔ صرف اپنی ذات تک دین کو محدود کر لینا رسول اللہ ﷺ کا اُسوہ نہیں ہے۔ دین تقاضا کرتا ہے کہ باطل عقائد کا رد ہو، ظلم و جبر کا خاتمہ ہو، عدل کا قیام ہو۔ اسی طرح دنیا میں جہاد، انقلاب اور خلافت کے نعرے لگانا لیکن ذاتی زندگی میں اللہ کے ذکر اور عبادت سے محروم رہنا بھی اُسوہ نہیں ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے سورۃ العصر کی روشنی میں راہِ نجات کے عنوان سے انفرادی اور اجتماعی دونوں سطحوں پر ایک مسلمان کی ذمہ داریوں کو بیان کیا۔ شروع اپنی ذات سے کرنا ہے، پھر اپنے گھر، قریبی رشتہ داروں اور اپنے دائرہ اختیار میں دعوت دینی ہے اور آخر میں معاشرے میں نفاذِ شریعت کی جدوجہد کرنی ہے۔

ساتویں رائے مولانا عبدالسلام بھٹوی ؒ کی ہے۔ ان کی تفسیر القرآن الکریم 'اہل الحدیث مکتب فکر میں بہت مقبول ہے۔ انہوں نے بھی سورۃ الشوریٰ کی آیت 13 کی روشنی میں بہت قیمتی اور جامع بات کی ہے:

"اللہ تعالیٰ نے ان تمام پیغمبروں کو حکم دیا کہ دین قائم کرو، دین کو قائم کرنے میں خود اس پر عمل کرنا بھی شامل ہے، اس کی دعوت و تبلیغ بھی اور عملاً اسے نافذ کرنا بھی شامل ہے۔ اللہ نے دعوت کے ساتھ ساتھ سورۃ التوبہ میں کفار سے جنگ کا حکم بھی دیا۔ حدیث میں بھی ذکر ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ((امرت ان اقاتل الناس)) مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جنگ کروں، یہاں تک کہ وہ توحید رسالت کے کلمے کی گواہی دیں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں۔"

تھوڑا آگے جا کر وہ مزید لکھتے ہیں:

"ظاہر ہے لوگوں کے درمیان اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ تب ہی ہو سکے گا جب اس کے مطابق فیصلہ کرنے والوں کی حکومت ہوگی۔"

ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے بھی سورۃ المائدہ کی آیات 44، 45 اور 47 کی تفسیر میں یہی بات بیان کی۔ عبدالسلام بھٹوی صاحبؒ آگے مزید لکھتے ہیں:

"رسول اللہ ﷺ کی زندگی اقامت دین کا بہترین نمونہ ہے۔ آپ ﷺ نے دین قائم کرنے کے لیے دعوت و تبلیغ اور تلوار دونوں سے پورے عرب کو حلقہ بگوش اسلام کیا اور ایسی حکومت قائم کر دی جو اللہ تعالیٰ کے پورے دین پر عمل کی ضامن تھی۔"

سورۃ النصر میں ہم پڑھتے ہیں:

﴿وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا ۝۲﴾ "اور آپؐ دیکھ لیں لوگوں کو داخل ہوتے ہوئے اللہ کے دین میں فوج در فوج۔"

پہلے تو مشرکین کے سرداروں کا نظام تھا، اس کے خاتمے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے زبانی دعوت بھی دی اور تلوار بھی اٹھائی۔ تب جا کر اللہ کے دین کے مطابق فیصلے ہونا شروع ہوئے۔ اس کے بعد بھٹوی صاحبؒ موجودہ دور کے مسلمانوں کی حالتِ زار یوں بیان کرتے ہیں:

"اب مسلمانوں میں سے کسی کے ہاتھ میں اسلام کی دو چار چیزیں ہیں اور کسی کے ہاتھ میں پانچ دس یا کم و بیش، ان کی باقی ساری زندگی کفر کے نظام کی پابند ہے اور افسوس یہ ہے کہ وہ اس پر قانع ہیں (مطمئن ہو کر بیٹھے ہوئے ہیں) اور کفر کے نظام کے پرزے بن چکے ہیں اور ان کے بہت سے لوگ دین اسلام کے غلبے سے مایوس ہو کر جمہوریت اور کفر کے نظام کو توڑنے کی کوشش کی بجائے انہیں اسلام ثابت کرنے کی جدوجہد میں لگے ہوئے ہیں۔"

جیسے ایک صاحب امریکہ میں بیٹھ کر سودی بینکنگ کے متعلق کہہ رہے ہیں کہ یہ تو اللہ کی نعمت ہے، اور مغرب کی مادر پدر آزاد جمہوریت (جہاں اکثریت فیصلے کرتی ہے کہ کیا حلال ہے اور کیا حرام ہے) کے متعلق کہہ رہے ہیں کہ یہی تو حسن ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! اسی طرح کچھ مسلمان عرب کی بادشاہتوں پر مطمئن ہو کر بیٹھے ہیں اور سوچتے ہیں کہ نماز، روزہ، حج، عمرہ ہو رہا ہے تو بس اسلام زندہ ہے۔ یعنی باطل نظاموں کے خلاف کھڑے ہونے کی بجائے انہیں درست ثابت کرنے میں آج کے مسلمان لگے ہوئے ہیں۔

یہ 7 حوالے ہم نے موجودہ دور کے جید علماء کرام اور مفسرین کرام کی آراء سے پیش کیے جن کا تعلق دیوبند، اہلحدیث اور بریلوی تینوں مکاتبِ فکر سے ہے۔ یہ سب علی وجہ البصیرت اللہ کے دین کے غلبے کی جدوجہد کو فرض سمجھتے ہیں اور یہی بات ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے بھی بیان فرمائی کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر سمیت شریعت کے بہت سے احکامات پر عمل صرف اُسی صورت میں ہوگا جب اسلامی نظام قائم ہوگا، اسلام کو غلبہ و اقتدار ملے گا۔ بصورت دیگر شرعی حدود کا نفاذ کیسے ہوگا؟ یہ باطل نظام ہے جس کے تحت خلاف شریعت قانون سازیاں ہوتی ہیں، ججز خلاف شریعت فیصلے دیتے ہیں، وہ باطل نظام جس کی وجہ سے مسلمان شریعت کے بہت سے احکامات پر عمل نہیں کر پاتے وہی منکرِ اعظم ہے۔ اس منکرِ اعظم کے خلاف جہاد اولین فرض ہے۔ یہی ڈاکٹر اسرار احمد کا موقف تھا۔

یہ مقدمہ میں قارئین کے سامنے رکھتا ہوں کہ وہ اسلام کی آراء کو بھی پڑھیں، مفسرین کو بھی پڑھیں اور پھر خود ہی فیصلہ کریں کہ کیا ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے اقامت دین کی جدوجہد کی بات کر کے کوئی نئی بات کر دی ہے؟ اللہ کا قرآن کہتا ہے کہ دین کو قائم کرنے کا حکم اللہ نے تمام انبیاء کو دیا، اللہ کے رسول ﷺ کی 23 برس کی جدوجہد اسی فرض کی ادائیگی کے لیے تھی۔ صحابہ کرام ؓ نے اپنی پوری زندگیاں اسی فرض کی ادائیگی میں گزار دیں، انہوں نے اپنے گھر بار، کاروبار، اپنے پیارے اور اپنا وطن اس فریضہ کی ادائیگی کے لیے قربان کر دیا۔ کیا ان صحابہ ؓ کے دلوں میں کوئی خواہشات نہیں تھیں؟ کیا انہیں اپنے بیوی بچے پیارے نہیں تھے؟

تنظیم اسلامی کے جو رفقاء اقامت دین کے فریضہ کی ادائیگی میں لگے ہوئے ہیں، اُن سے بھی یہی گزارش ہے کہ وہ اس کو فرض سمجھ کر ادا کریں۔ یہ کوئی پارٹ ٹائم جاب نہیں ہے یا اختیاری مضمون نہیں ہے کہ دل کیا تو اختیار کیا، نہیں تو کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ روزِ قیامت ہر مسلمان سے پوچھا جائے گا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے تو اس جدوجہد میں اپنا خون تک بہایا، ہجرت کی، وطن چھوڑا، اپنے پیاروں کو قربان کیا، صحابہ کرام ؓ نے پوری زندگیاں اس فریضہ کی ادائیگی میں کھپا دیں، تم نے میرے دین کے لیے کیا کیا؟ تب ہمارے پاس کیا جواب ہوگا؟ آخرت میں ہم نے خود حساب دینا ہے، جو اللہ کے نبی ﷺ کے مشن پر اعتراضات کرتے ہیں، وہ اپنا حساب خود چکائیں گے۔ تعالیٰ ہم سب کو دینی فرائض کو ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! ❁❁❁

قادیانیوں کی سرگرمیاں ملک اور دین کے لیے انتہائی خطرناک ہیں۔ ان کو صرف غیر مسلم قرار دینا کافی نہیں ہے بلکہ کوئی ایسا طریقہ کار اختیار کرنا پڑے گا کہ ان کو مسلم شناخت اختیار کرنے سے مکمل طور پر روکا جاسکے: رضاء الحق

295-C کے نفاذ میں سب سے بڑی رکاوٹ نام نہاد این جی اوز اور "ہیومن رائٹ کمیشن آف پاکستان (HRCP)" ہیں جو کہ قادیانیوں کی پشت پناہی کر رہے ہیں: رانا محمد حسن

"7 ستمبر 1974ء کا تاریخی پارلیمانی فیصلہ"

پروگرام "زمانہ گواہ ہے" میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: وسیم احمد

سوال: عقیدہ ختم نبوت ہمارے عوام میں کیا مقام رکھتا ہے اور 7 ستمبر 1974ء کے تاریخی فیصلے کا سیاسی اور مذہبی سطح پر عملی نفاذ کیسے ممکن ہے؟

رضاء الحق: انتہائی اہم سوال ہے کیونکہ اس وقت باطل قوتوں کا 90 فیصد فوکس اس بات پر ہے کہ مسلمانوں کا حضور ﷺ سے تعلق کمزور کیا جائے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ سے مسلمانوں کا تعلق کمزور ہوگا تو قرآن سے بھی خود بخود تعلق کمزور ہو جائے گا۔ کسی بھی مسلمان کے لیے ایمان لانے کا بنیادی تقاضا غیب پر یقین ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کو کسی نے نہیں دیکھا جو بھی ہم تک پہنچا وہ حضور ﷺ کے ذریعے ہی پہنچا۔ چاہے وہ وحی جلی (قرآن پاک) کی صورت میں ہو یا وحی خفی (احادیث مبارکہ) کی صورت میں ہو۔ ختم نبوت کے حوالے سے ہم غافل ہو رہے ہیں لیکن باطل غافل نہیں ہے۔ سابق برطانوی وزیراعظم گلیڈسٹون نے قرآن کو لہرا کر کہا تھا کہ یہ کتاب جب تک موجود ہے مسلمانوں کے اندر سے اسلام کے اجتماعی نظام کو قائم کرنے کی سوچ وفکر ختم نہیں ہوسکتی۔ بہرحال پاکستان جس طرح کے حالات میں معرض وجود میں آیا وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک خاص نشانی تھی۔ پھر سول سروس اور اسٹیبلشمنٹ کی سروس اس دور میں بنائی ہی اس لیے گئی تھیں کہ غلامانہ ذہن کو غلامی کے اندر ہی رکھا جائے اور اسے حقیقی معنوں میں آزاد نہ ہونے دیا جائے کیونکہ پاکستان حاصل کرنے کا مقصد دنیوی ترقی نہیں تھا بلکہ اسلام کا نظام خلافت راشدہ کو سامنے رکھ کر قائم کرنا تھا۔ اس حوالے سے قائداعظم کا باقاعدہ فرمان موجود ہے جس کا تذکرہ ڈاکٹر ریاض علی شاہ نے اپنی خود نوشت میں کیا ہے۔ چنانچہ اسی کے تسلسل میں قرارداد مقاصد کا پاس ہو جانا، پھر تمام مکاتب فکر کے 31 علماء کا نفاذ اسلام کے لیے 22 نکات پر متفق ہو جانا قیام پاکستان کے مقصد سے ہم آہنگ تھا۔ اسی تسلسل میں قادیانیوں کو بھی غیر مسلم قرار دیا گیا۔ اصولی طور ہونا یہ چاہیے تھا کہ ان کو کافر قرار دیا جاتا لیکن چونکہ یہ ایک علمی بحث بھی ہے کہ پھر ان کے ساتھ کیا کیا جائے جو اسلام چھوڑ کر مرتد ہو جائیں؟ مرتد کی سزا بہرحال اپنی جگہ موجود ہے۔ تمام مسالک کی فقہی کتابوں میں یہ بحث موجود ہے۔ بہرحال 1974ء میں پارلیمان میں طویل بحث کے بعد وہ تاریخی فیصلہ ہو گیا جس میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا۔ اب عملی نفاذ کیسے ہو؟ اس حوالے سے 1984ء کا اینٹی قادیانی آرڈیننس اپنی جگہ موجود ہے۔ آئین کی شقات 295 اور 298 میں اس حوالے سے تفصیلات موجود ہیں۔ اس آرڈیننس کو منظور کرنے کی وجہ بھی یہی تھی کہ قادیانی غیر مسلم قرار دیے جانے کے باوجود دھوکے سے مسلم شناخت کو اختیار کر رہے تھے۔ مثلاً وہ مسلمانوں کی طرح ہی اذان دے رہے تھے، اپنی عبادت گاہیں بھی مساجد کی طرز پر بنا رہے تھے۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ جب تک تمام سٹیک ہولڈرز (سیاستدان، علماء کرام، بیوروکریسی، اسٹیبلشمنٹ، عوام اور دینی جماعتیں) مل کر ان معاملات کو سمجھ کر ان کے خلاف کارروائی نہیں کرتے تب تک یہ مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ قادیانیوں کی سرگرمیاں اسلام کے لیے انتہائی خطرناک ہیں۔ ان کو صرف غیر مسلم قرار دینا کافی نہیں ہے بلکہ کوئی ایسا طریقہ کار اختیار کرنا پڑے گا کہ ان کو مسلم شناخت اختیار کرنے سے مکمل طور پر روکا جائے۔ اس کے بعد ہی ہم اس مقصد کو حاصل کر سکتے ہیں جس کے لیے پاکستان بنایا گیا تھا۔

مرتب: محمد رفیق چودھری

رانا محمد حسن: جب تقسیم ہند کا مرحلہ آیا تو مسلم لیگ کی طرف سے ظفر اللہ خان قادیانی کو باؤنڈری کمیشن کا نمائندہ مقرر کیا گیا، اُس نے جان بوجھ کر گورداس پور اور پٹھان کوٹ کا علاقہ انڈیا کو دے دیا جس کی وجہ سے انڈیا کا قبضہ کشمیر پر بھی ہو گیا۔ ظفر اللہ قادیانی نے وہ موقف پیش کیا جو بشیر الدین محمود قادیانی کا تھا۔ کیونکہ اس دوران جب میٹنگز ہوتی تھیں تو بشیر الدین محمود وہاں اثر انداز ہونے کی کوشش کرتا تھا، اس پر مسلمان وکلاء نے اعتراض اُٹھایا تو ظفر اللہ قادیانی نے کہا کہ اگر اس کو نہ آنے دیا گیا تو میں کیس نہیں لڑوں گا۔ انگریز ظفر اللہ قادیانی کو صدر پاکستان بنانا چاہتے تھے۔ قادیانی اخبار نے یہ خبر شائع کی کہ ظفر اللہ قادیانی عنقریب پاکستان کا پہلا صدر ہوگا۔ پہلے تو قادیانیوں کی پوری کوشش رہی کہ پاکستان نہ بنے اور جب بن گیا تو پھر اس پر قبضہ کرنے کی ان کی پوری پلاننگ تھی۔ برٹش اور صیہونی لابیز کے ذریعے اعلیٰ عہدوں پر جا بیٹھے۔ 1953ء میں انہوں نے فساد مچایا اور ہزاروں مسلمان شہید ہوئے۔ 1974ء میں ان کو غیر مسلم قرار دینا کافی نہیں تھا۔ یہی وجہ ہے کہ 1984ء میں مزید قوانین بنانے پڑے۔ لیکن قادیانیوں نے آج تک آئین پاکستان کو تسلیم نہیں کیا۔ قادیانیوں کا یہ اصول ہے کہ جو قادیانی جس جس ملک میں موجود ہیں وہ اس ملک کے قوانین کا احترام کریں سوائے پاکستان کے۔

رضاء الحق: قائداعظم نے گورنر جنرل بننے کے بعد ایک ہی ادارہ قائم کیا تھا: ڈیپارٹمنٹ آف ریلیجس ری کنسٹرکشن آف پاکستان، اس کا سربراہ نومسلم علامہ محمد اسد کو بنایا تھا۔ قائداعظم کا خواب تھا کہ اس ادارے کے تحت پاکستانی اداروں کی اسلامائزیشن کا عمل شروع ہو مگر ظفر اللہ خان قادیانی نے سازش کر کے علامہ محمد اسد کو ملک سے باہر بھیج دیا اور ادارے کو ختم کر دیا گیا۔ قائداعظم کی بھی وفات ہو گئی اور علامہ محمد اسدؒ مایوس ہو کر پاکستان چھوڑ گئے۔ قادیانی اب بھی اسلام اور پاکستان کے خلاف

گئے۔ قادیانی اب بھی اسلام اور پاکستان کے خلاف سازشوں میں مصروف ہیں۔

سوال: پاکستان کے آئین کی شق 295 سی توہین رسالت کے سدباب کے لیے ہے لیکن بدقسمتی سے لبرل و سیکولر طبقہ اس قانون کی مخالفت کرتا ہے۔ ان کے مطابق اس قانون کا غلط استعمال ہوتا ہے۔ کیا وہ اس قانون کا غلط استعمال روکنا چاہتے ہیں یا اس کو سرے سے ختم کرنے کے خواہاں ہیں؟

رانا محمد حسن: اس میں کوئی شک نہیں کہ توہین رسالت کے واقعات کو روکنے کے لیے آئین میں شق 295 سی شامل کی گئی تھی اور بعد میں اس میں ترمیم کرکے توہین رسالت کے مجرموں کے لیے سزائے موت مقرر کی گئی لیکن بدقسمتی سے آج تک اس قانون کا نفاذ نہیں ہو سکا۔ نفاذ میں سب سے بڑی رکاوٹ نام نہاد این جی اوز اور ''ہیومن رائٹ کمیشن آف پاکستان (HRCP)'' ہیں۔ HRCP کے بانی ممبران میں ایک مشہور قادیانی ظفر چودھری بھی شامل ہے جو 1970ء کی دہائی میں پاکستان کا ایئر چیف رہ چکا ہے۔ اس ادارے کو باہر سے فنڈنگ آتی ہے اور یہ سب سے زیادہ 295 سی کی مخالفت کرتا ہے، اس کے خلاف پروپیگنڈا شائع کرتا ہے اور لابنگ کرتا ہے جس کی وجہ سے 295 سی کا نفاذ مشکل بنا دیا گیا ہے۔ مشرف دور سے قبل عام ASI توہین رسالت کی FIR کاٹتا تھا لیکن مشرف نے ترمیم کردی کہ SP لیول کا پولیس آفیسر انویسٹیگیشن کرے گا اور پھر FIR درج ہوگی۔ اب حالت یہ ہے کہ ایسے مجرموں کے خلاف FIR بھی آسانی سے نہیں کٹتی۔ اگر کٹ بھی جائے تو معاملہ ٹرائل کورٹ میں جاتا ہے، ہائی کورٹ میں جاتا ہے، سپریم کورٹ میں جاتا تو اس کے بعد بھی ان سزاؤں کا نفاذ نہیں ہوتا۔ قادیانی لابی پہلے اس قانون کو بننے نہیں دے رہی تھی، جب بن گیا تو اس کا نفاذ نہیں ہونے دیتی۔ اگر کوئی عدالتی فیصلہ آجائے تو اس کے خلاف یہ پروپیگنڈا کرتے ہیں۔ ہمیں ان عناصر کو بے نقاب کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ اگر 295 سی نہیں ہوگا تو پھر لوگ قانون کو ہاتھ میں لینا شروع کردیں گے جس سے ملک میں انارکی اور بدامنی پھیلے گی۔ میرا خیال ہے کہ 295 سی کے حوالے سے ہمیں غیر مسلم اقلیتوں کے ساتھ اچھے ماحول کے اندر بات چیت کرنے کی ضرورت ہے۔ میری خود کئی لوگوں سے بات چیت ہوئی ہے اور انہوں نے کہا کہ کسی صورت بھی نبی کریم ﷺ یا دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی توہین ہم برداشت نہیں کر سکتے۔ ہمیں اقلیتوں کو اعتماد میں لے کر اس پروپیگنڈے کو کاؤنٹر کرنے کی ضرورت ہے جو بیرونی فنڈنگ حاصل کرنے والی این جی اوز کررہی ہیں۔

سوال: آج کل سوشل میڈیا ایک ایسا ٹول بن گیا ہے جس کے ذریعے شرپسند عناصر توہین رسالت بھی کرتے ہیں، قرآن پاک اور مقدس ہستیوں کی بے حرمتی بھی کرتے ہیں۔ ریاست ایسے عناصر کو کنٹرول کرنے میں کیوں ناکام ہے؟

رضاء الحق: ہر ملک کا ایک قانون ہوتا ہے اور اس ملک کے شہری اس کی پاسداری کرتے ہیں۔ یورپ کے کسی ملک میں ہولوکاسٹ کے خلاف کوئی بات کرے تو

> **گلیڈسٹون نے قرآن کو لہرا کر کہا تھا کہ یہ کتاب جب تک موجود ہے مسلمانوں کے اندر سے اسلام کے اجتماعی نظام کو قائم کرنے کی سوچ و فکر ختم نہیں ہوسکتی۔**

اسے فوراً سزا دی جاتی ہے لیکن پاکستان میں توہین رسالت کے مجرموں کو بھی سزا نہیں ہوتی۔ کوئی ایک کیس بھی ایسا نہیں ہے جس میں مجرم کو سزا ہوئی ہو، البتہ یہ ضرور ہوا ہے کہ ثابت شدہ کیس جب بڑی عدالت میں گیا تو مجرم کو چھوڑ دیا گیا۔ آسیہ بی بی کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ پھر توہین رسالت کے قانون کی مخالفت کی جاتی ہے، اس کے خلاف زہریلا پروپیگنڈا کیا جاتا ہے۔ حالانکہ اگر کسی کیس میں کوئی غلطی ہو تو اسے قانون کے تحت سدھارا جاتا ہے نہ کہ قانون کو ہی ختم کردیا جاتا ہے۔ کیا قتل کے کیسز میں غلطیاں نہیں ہوتیں؟ جو چور ہوتا ہے اسی کو چوری کی سزا سے خطرہ ہوتا ہے اور وہی اس کی مخالفت کرتا ہے۔ جو گستاخ ہیں یا گستاخوں کی پشت پناہی کرتے ہیں انہیں 295 سی سے خطرہ ہے۔ ورنہ یہاں پر سارے مسلمان ہیں ان کو تو کوئی مسئلہ نہیں۔ امریکہ میں سزائے موت کا قانون ابھی بھی بہت سی ریاستوں میں موجود ہے لیکن بیرونی قوتیں پاکستان میں سزائے موت کی مخالفت کرتی ہیں اور جتنے بھی بین الاقوامی معاہدے ہوتے ہیں ان میں یہ شرط رکھی جاتی ہے کہ سزائے موت کو ختم کرو کیونکہ باطل قوتوں نے سزائے موت کو توہین رسالت اور توہین مقدسات کے ساتھ ٹائی اپ کردیا ہے۔ سوشل میڈیا تو بے لگام افکار کا ایک جنگل ہے۔ جب تک لگام نہیں ڈالی جائے گی یا متبادل سوشل میڈیا پلیٹ فارمز مہیا نہیں کیے جائیں گے تب تک ایسے واقعات کو روکنا مشکل ہے۔ توہین مقدسات صرف توہین رسالت تک محدود نہیں بلکہ قرآن پاک، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، امہات المومنینؓ اور دیگر مذاہب کے رہنماؤں کی بھی توہین کی جاتی ہے۔ قرآن تو کہتا ہے ان کے بتوں کو بھی برا نہ کہو کیونکہ وہ پلٹ کے تمہارے خدا کو برا کہیں گے۔ یہ سب ایک پلاننگ کے تحت ہو رہا ہے۔ حدیث میں ہے کہ ایمان اور حیا ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں ایک جائے گا تو پھر دوسرا بھی ساتھ جائے گا۔ دوسری حدیث میں ہے کہ اگر تم میں حیا نہ رہے تو پھر جو چاہے کرو۔ دراصل باطل قوتیں بے حیائی پھیلا کر ایمان کو ہمارے دلوں سے نکالنا چاہتی ہیں۔ لہٰذا صرف 7 ستمبر کا دن منانا کافی نہیں ہے بلکہ توہین مقدسات کے سدباب کے لیے ہمہ وقت کام کرنے کی ضرورت ہے۔ جب تک تمام سٹیک ہولڈرز ایک پیج پر نہیں آئیں گے اس وقت تک ٹھوس اقدام ممکن نہیں ہو سکتا۔ دین کے نام پر بننے والے اس ملک کے مفاد میں کیا ہے؟ اس حوالے سے ایک بھرپور آگاہی مہم کی ضرورت ہے۔ جو جہاں تک آواز پہنچا سکتا ہے وہاں تک آواز پہنچانے کی کوشش کرے۔

سوال: پوری دنیا میں آج کل آزادی اظہار رائے کا بہت واویلا ہے۔ یہ ایک انسانی حق ہے جو ملنا چاہیے لیکن آزادی اظہار رائے کی حد بھی تو مقرر ہونی چاہیے۔ کیا دنیا میں کہیں ایسا ہوتا ہے کہ اس حق کو مذہبی نفرت اور توہین مقدسات تک پھیلا دیا جائے؟

رانا محمد حسن: دنیا میں تو ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہولوکاسٹ پر بات کرنے والے صحافیوں کو نشان عبرت بنا دیا جاتا ہے۔ فلسطین میں پچھلے تین سالوں کے اندر 200 سے زیادہ صحافیوں کو شہید کر دیا گیا۔ الجزیرہ کے دفتر کو بم سے اڑا دیا گیا۔ ہم پاکستان میں رہتے ہیں، پاکستان کے آئین میں فریڈم آف سپیچ سے متعلق آرٹیکل موجود ہے کہ آپ پاکستان کے قانون کے اندر رہتے ہوئے اپنی بات کو دوسرے تک پہنچا سکتے ہیں۔ کسی بھی ملک کا آئین ریاست اور شہریوں کے مابین ایک معاہدے کی حیثیت رکھتا ہے اور آپ جب ایک ملک میں اپنا شناختی کارڈ بنواتے ہیں تو آپ خود بخود مان لیتے ہیں کہ میں اس ملک کا شہری ہوں اور اس کے قانون کی پاسداری کروں گا۔ پاکستان کا قانون آپ کو توہین رسالت، قرآن پاک اور مقدس شخصیات کی توہین سے منع کرتا ہے۔ آئین میں قادیانیوں کو کہا گیا آپ اپنی عبادت کے طریقے کو نماز نہیں کہیں گے، اپنی عبادت گاہوں کو مسجد کے طرز پر نہیں بنائیں گے۔ آپ کسی بھی طور پر اپنے آپ کو مسلمان ظاہر نہیں کریں گے۔ اس پر قادیانیوں کی طرف سے کہا

جاتا ہے کہ یہاں فریڈم آف سپیچ نہیں ہے۔ کئی یورپی ممالک میں قادیانی اپنی عبادت گاہ کا مینار نہیں بنا سکتے، وہاں تو قادیانی یہ نہیں کہتے کہ ہمیں فریڈم آف سپیچ نہیں ہے۔ لیکن پاکستان کا قانون جب کہتا ہے کہ قادیانی اپنی عبادت گاہ کے اوپر مینار نہ بنائیں تو یہاں یہ شور مچاتے ہیں۔ اصل معاملہ فریڈم آف سپیچ کا نہیں ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اس کو ایک ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے۔ تیسری دنیا کے ممالک کو جو قرضے دیے جاتے ہیں ان کو فریڈم آف سپیچ وغیرہ سے منسلک کر دیا جاتا ہے تاکہ ان کو بلیک میل کیا جا سکے۔ ابھی پچھلے دنوں ایک سیاسی جماعت کے لیڈر کے بچوں نے پریس کانفرنس میں پاکستان کے GSP سٹیٹس کی بات کی۔ یہ پریس کانفرنس ارینج کروانے والا محمود الرحمان قادیانی ہے جو سوئٹزرلینڈ کا پارلیمنٹیرین بھی ہے اور اقوام متحدہ میں قادیانی جماعت کی نمائندگی کرتا ہے۔ اس نے BNA کے ڈاکٹر وسیم بلوچ کے ساتھ بھی پریس کانفرنس کی کہ پاکستان کا GSP سٹیٹس ختم کر دیا جائے کیونکہ پاکستان میں مذہبی آزادی نہیں ہے۔ یعنی وہ عناصر جو پاکستان کو توڑنا چاہتے ہیں اُن کے ساتھ مل کر قادیانی پاکستان کے خلاف سازش کر رہے ہیں۔ دوسری طرف وہ چاہتے ہیں کہ 295 سی ختم کر دیا جائے تاکہ وہ قرآن پاک، انبیاء اور مقدسات کی توہین کر سکیں، معاذ اللہ۔ قادیانی دنیا میں پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ وہ پاکستان میں مظلوم ہیں حالانکہ جو مظالم وہ مسلمانوں کے ساتھ کر رہے ہیں اُن کو سامنے لایا جائے تو دنیا حیران ہو جائے گی۔ ہم نے KTV نیوز کی جانب سے چند ماہ قبل ایک رپورٹ شائع کی ہے، جس کا عنوان ہے: ''قادیانی جماعت کی جانب سے انسانی حقوق کی سنگین پامالیاں۔'' اس میں ہم نے کیس سٹڈیز کو بھی شامل کیا ہے اور قادیانیت کو ترک کرنے والے مسلمانوں کے انٹرویوز بھی شامل کیے ہیں۔ ان میں بتایا گیا ہے کہ کس طرح قادیانی جماعت نے ان کو نجی ٹارچر سیلوں میں تشدد کا نشانہ بنایا، انہیں جھوٹے مقدمات میں پھنسایا اور ان کی جائیدادوں پر قبضہ کر لیا۔ اگر کسی نے قادیانیوں کی غیر قانونی سرگرمیوں کو تھانے میں جا کر رپورٹ کرنے کی کوشش کی تو اس پر فائرنگ کر دی، شہید کر دیا۔ قادیانی جماعت انسانی حقوق کی پامالیوں میں جس قدر ملوث ہے، اس کی رپورٹ انٹرنیشنل ہیومن رائٹس مانیٹر نے شائع کی ہے، وہ بھی ہم نے شامل کی ہے۔ ان کے جنسی جرائم کی رپورٹس بھی ہیں۔ جب اقوام متحدہ میں قادیانی کھڑے ہو کر پاکستان کے خلاف تقریر کرتے ہیں تو ان رپورٹس کو وہاں دنیا کے سامنے لایا جانا چاہیے تاکہ دنیا کو پتا چلے کہ قادیانی مظلوم نہیں بلکہ ظالم ہیں۔

سوال: 295 سی کے مجرمین پر پہلے تو مقدمات ہی صحیح طرح سے نہیں چلائے جاتے، اگر مقدمہ چلتا بھی ہے تو اس قانون کا ٹھیک طرح سے اطلاق نہیں ہو پاتا جس کی وجہ سے لوگوں میں غم وغصہ بڑھتا ہے جسے مذہبی شدت پسندی کا نام دے کر پروپیگنڈا کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ اگر ملک میں انسداد دہشت گردی کی خصوصی عدالت بن جاتی ہے، کسٹم کے لاز میں الگ سے عدالت ہے، بینکنگ کے معاملات کے لیے بینکنگ کورٹس ہیں۔ اسی طرح حساس مذہبی مقدمات کے لیے کوئی بااثر خصوصی عدالت کیوں نہیں بنائی جاتی؟

رضاء الحق: آئین کی شق 260 میں مسلم اور غیر مسلم کی وضاحت کی گئی ہے۔ اس کی ذیلی شق 3 میں قادیانیوں کو غیر مسلم ڈکلیئر کیا گیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود قادیانی خود کو مسلمان کہہ رہے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ پاکستان کے آئین کو نہیں مانتے۔ جب کوئی شہری ملک کے آئین کو نہیں مانتا تو پھر اس کو یہ کہنے کا بھی حق نہیں ہے کہ اس کے ساتھ امتیازی سلوک ہو رہا ہے۔ جہاں تک خصوصی عدالت کے قیام کی بات ہے تو میں یہ نہیں کہتا کہ جائز نہیں ہے۔ اصل سوال یہ ہے کہ کیا وہ عدالت بھی کام کر پائے گی؟ آپ عدالت بنا دیتے ہیں، اس کو مکمل ثبوت اور شواہد بھی آپ فراہم کرتے ہیں، FIA والے بھی پیش ہوتے ہیں، کارروائی چلنے کے بعد واضح نظر بھی آ رہا ہو کہ فیصلہ ملزم کے خلاف جا رہا ہے لیکن اس کے باوجود ملزم بری ہو جاتا ہے۔ موجودہ عدالتوں میں بھی یہی کچھ ہو رہا ہے کیونکہ عالمی اداروں کی طرف سے حکومتوں پر پریشر ہوتا ہے۔ اس کے مقابلے میں جب تک عوام کی اکثریت کا پریشر نہیں آئے گا عدالتیں انصاف نہیں کر پائیں گی۔ مبارک ثانی کیس کا فیصلہ سپریم کورٹ نے مجرم کے خلاف تب سنایا جب عوام کا پریشر آیا۔ ہمارے ادارے قرآن اکیڈمی سمیت 9 دینی اداروں نے بھی اپنی تجاویز عدالت میں پیش کیں۔ سب نے قادیانی کو بری قرار دینے کے فیصلہ کو غلط کہا سوائے غامدی صاحب کے ادارے نے۔ لہٰذا نئی عدالتیں بنانے سے بہتر ہے کہ عوام کو آگاہی دی جائے اور انہیں اپنے مذہبی حقوق اور ناموس رسالت کے تحفظ کے لیے کھڑا کیا جائے۔

رانا محمد حسن: مبارک ثانی کیس میں عدالت نے جاوید احمد غامدی کے ادارے سے بھی آراء طلب کی تھیں لیکن انہوں نے قادیانیوں کے حق میں رائے دی۔ دراصل جاوید احمد غامدی قادیانیوں کے سہولت کار ہیں۔ جب وہ کہتے ہیں کہ ریاست کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ کسی کو غیر مسلم قرار دے تو اس کا فائدہ قادیانیوں کو پہنچتا ہے۔ کچھ عرصہ قبل انہوں نے یہاں تک کہہ دیا کہ قادیانیوں کے پیچھے نماز بھی ہو جاتی ہے۔ اس سے لاکھوں نہیں کروڑوں لوگوں کے مذہبی جذبات مجروح ہوئے۔ ان نام نہاد دانشور کے خلاف میں نے اور ہمارے ختم نبوت جرنلسٹ فورم کے لیگل ایڈوائزر ایڈووکیٹ سپریم کورٹ حافظ مصعب رسول صاحب نے NCCIA کے آفس میں درخواست جمع کروائی مگر آج تک کارروائی نہیں ہوئی۔ انویسٹیگیشن آفیسر کی جانب سے کہا گیا کہ ہم پر بہت زیادہ پریشر ہے۔ حالانکہ موصوف نے آئین پاکستان کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دیں۔ 1974ء کا فیصلہ محض اسمبلی کی کارروائی نہ تھی بلکہ اس کے پیچھے کروڑوں مسلمانوں کی جدوجہد اور قربانیاں شامل تھیں۔ صرف 1953ء میں قادیانیوں نے جو فساد پھیلایا اس میں 10 ہزار سے زائد مسلمان شہید ہوئے۔ دینی جماعتوں اور علماء کرام نے قیام پاکستان سے قبل بھی اور اس کے بعد بھی ختم نبوت کے تحفظ کے لیے جدوجہد کی۔ اس کے نتیجے میں قادیانی فتنہ کا سدباب ہوا۔ پاکستان پہلی مسلم مملکت تھی جہاں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا۔ پھر پاکستان کے فیصلے کی روشنی میں دیگر مسلم ممالک اور بعض غیر مسلم ممالک نے بھی اقدامات کیے۔ ساؤتھ افریقہ کی عدالت نے بھی یہی فیصلہ سنایا۔ سعودی عرب میں 1974ء سے کچھ عرصہ پہلے مکہ مکرمہ میں تمام مسلم ممالک سے تقریباً 140 علماء اکٹھے ہوئے اور یہ فیصلہ دیا کہ قادیانی غیر مسلم ہیں اور صیہونیت کی پیداوار ہیں۔ انہوں نے مسلم ممالک کو تاکید کی کہ قادیانیوں کو کسی کلیدی عہدے پہ فائز نہ کیا جائے اور مسلم عوام کو ان کی سازشوں سے آگاہ کیا جائے۔

سوال: کیا پاکستان میں کوئی ایسا نظام آ سکتا ہے کہ ناموس رسالت بھی پروٹوکول کے ساتھ محفوظ رہے اور قادیانی جو شور شرابہ کرتے ہیں کہ اس قانون کا غلط استعمال ہوتا ہے، اس کا بھی سدباب ہو جائے؟

رانا محمد حسن: نظام تو موجود ہے اور اس کے تحت قانون بھی موجود ہے۔ پاکستان کا کوئی بھی شہری توہین مقدسات کے خلاف FIR درج کروا سکتا ہے، SP لیول کا آفیسر اس پر انویسٹی گیشن کرتا ہے۔ جھوٹی FIR درج کروانے والے کے خلاف بھی FIR ہو سکتی ہے۔ عدالتی کارروائی ہو سکتی ہے۔ اگر الزام درست ثابت ہو تو پھر ٹرائل کورٹ میں معاملہ جاتا ہے۔ اس کے بعد ہائی کورٹ

اور پھر سپریم کورٹ میں جاتا ہے، پھر فل بنچ میں بھی جا سکتا ہے۔ یہ پورا نظام پاکستان میں موجود ہے اور اتنا سخت نظام دنیا میں کہیں بھی موجود نہیں ہے۔ لیکن اصل مسئلہ یہ ہے کہ اس نظام کو چلنے نہیں دیا جا رہا ہے۔ اس وقت توہین مقدسات اور سائبر کرائم کے ساڑھے چار سو کیسز ہیں۔ یہ کیسز چلیں گے تو پتا چلے گا کہ نظام ٹھیک کام کر رہا ہے یا نہیں۔ لیکن یہاں جوں ہی کوئی ملزم پکڑا جاتا ہے تو این جی اوز کی جانب سے بیانات آنا شروع ہو جاتے ہیں، پھر یورپی ممالک اور عالمی اداروں کی جانب سے پریشر آنا شروع ہو جاتا ہے۔ اصل میں پاکستان کی معاشی مجبوریاں اس نظام کو چلنے نہیں دیتیں۔

سوال: 7 ستمبر 1974ء کا تاریخی فیصلہ ہمارے لیے کیا پیغام رکھتا ہے اور دورِ حاضر میں عقیدۂ ختم نبوت اور ناموسِ رسالت ﷺ کے تحفظ کے لیے ہمیں کیا حکمت عملی اپنانا ہوگی؟

رضاء الحق: سات ستمبر 1974ء کا فیصلہ اگرچہ نامکمل ہے کیونکہ قادیانیوں کو صرف غیر مسلم قرار دینا کافی نہیں ہے۔ جو لوگ اسلام چھوڑ کر قادیانیت میں گئے ان کے لیے مرتد کی سزا کا مقرر کیا جانا بھی ضروری تھا۔ لیکن بہر حال 1974ء کا فیصلہ ایک تاریخ ساز قدم تھا۔ اس کے پیچھے دینی حلقوں اور علماء کی طویل جدوجہد کارفرما تھی، تب جا کر اسمبلی نے صحیح رُخ پر فیصلہ کیا۔ اس تاریخی واقعہ سے ایک سبق ہمیں یہ بھی ملتا ہے کہ جب دینی حلقے فرقہ واریت سے بالاتر ہو کر ایک مقصد کے لیے اکٹھے ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل ہوتی ہے اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوتے ہیں۔ یہ کامیابی تحریک پاکستان کی صورت میں بھی ملی، ختم نبوت کی تحریک میں بھی ملی۔ اسی طرح اگر دینی حلقے متحد اور منظم ہو کر یہ تحریک چلائیں کہ جہاں جہاں قادیانی اعلیٰ عہدوں پر ہیں وہاں سے اُن کو ہٹایا جائے اور طے شدہ آئینی دائرے تک محدود کریں۔ اس طرح جب ان کا اثر رسوخ ختم ہوگا تو عدالتیں بھی ٹھیک طرح سے کام کر سکیں گی۔ تاہم دیرپا اور مستقل حل یہ ہے کہ جس مقصد کے لیے یہ ملک حاصل کیا گیا تھا کہ پاکستان کو اسلامی فلاحی ریاست بنایا جائے گا، اس کو پورا کیا جائے۔ اگر یہ ہوگا تو ہمارے تمام مسائل حل ہو جائیں گے۔ واضح ہو جائے گا کہ مسلم کون ہے اور غیر مسلم کون ہے۔ اول تو کسی کو توہین مقدسات کی جرأت ہی نہ ہوگی اور اگر کوئی اس کا ارتکاب کرے گا بھی تو اس کو قانون کے مطابق سزا ملے گی۔ اگر کوئی جھوٹا الزام لگائے گا تو قذف کی سزا اس پر بھی لگے گی۔ بہت سے مفاد پرست لوگ جو چند دنیوی مفادات کے لیے، یورپ کے ویزوں کے لیے قادیانی بن جاتے ہیں، لیکن جب یہاں اسلامی فلاحی ریاست ہوگی، لوگوں کو اُن کے حقوق ملیں گے تو یہ سب چور دروازے بند ہو جائیں گے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ اسلامی ریاست کے اندر لوگوں کو اپنے ایمان کی آبیاری کا موقع ملے گا۔ ایمان ہوگا تو آخرت کا خوف بھی ہوگا۔ اگر کوئی جج عدالت میں بیٹھ کر فیصلہ دے رہا ہے تو وہ بھی اُمتی ہے، روزِ محشر اُسے بھی جواب دینا ہوگا۔ جو لوگ چند دنیوی مفادات کے لیے ایمان کا سودا کر رہے ہیں انہیں بھی غور کرنا چاہیے کہ دنیا میں وہ ہمیشہ نہیں رہیں گے، آخر موت آنی ہے اور آخرت میں جواب دینا ہوگا۔ یہاں تو این جی اوز اور عالمی قوتیں پشت پناہی کر لیتی ہیں لیکن وہاں کوئی بھی چھڑانے والا نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو سچا مسلمان بننے کی توفیق عطا فرمائے۔

پروگرام کے شرکاء کا تعارف

1۔ رضاء الحق: مرکزی ناظم نشر و اشاعت و ترجمان تنظیم اسلامی پاکستان

2۔ رانا محمد حسن: پروڈیوسر KTV نیوز

میزبان: وسیم احمد: نائب ناظم مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی پاکستان

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(03 تا 09 ستمبر 2026ء)

جمعرات 03 ستمبر: مرکزی اسرہ اور دین حق ٹرسٹ کے اجلاسوں کی صدارت کی۔ سہ پہر میں شعبہ تعلیم و تربیت، بعد ازاں شعبہ نظامت کے اجلاس کی صدارت کی۔ بعد نماز مغرب شعبہ نشر و اشاعت کے اجلاس کی آن لائن صدارت کی۔

جمعۃ المبارک 04 ستمبر: دن میں شعبہ قانونی و انتظامی امور و رابطہ کے اجلاس کی صدارت کی۔ نماز جمعہ سے قبل مشیر خصوصی جناب ایوب بیگ مرزا سے مختصر ملاقات کی۔

خطاب جمعہ مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، ماڈل ٹاؤن لاہور میں ارشاد فرمایا۔ بعد نماز جمعہ تنظیم اسلامی زون وسطی پاکستان کے حلقہ جات کے تنظیمی و دعوتی دورہ کے لیے روانگی ہوئی۔ بعد نماز مغرب ”نور میرج ہال، ساہیوال“ میں ”سچا اُمتی کون؟“ کے موضوع پر خطاب کیا۔ بعد ازاں عارف والا روانگی ہوئی۔

ہفتہ 05 ستمبر: صبح ناشتہ پر چند ذمہ داران سے مختصر ملاقات ہوئی۔ تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے حوالے سے چند احباب کے اصرار پر ایک مختصر ویڈیو پیغام ریکارڈ کرایا۔ صبح 09:00 بجے تا قبل از اذان ظہر مسجد قرآن مرکز عارف والا میں حلقہ ساہیوال ڈویژن کے کل رفقاء اجتماع میں حلقہ اور نئے رفقاء کے تعارف، رفقاء کے سوالات کے جوابات اور بیعتِ مسنونہ کا اہتمام ہوا۔ نماز ظہر کے بعد حلقہ ذمہ داران سے ملاقات رہی۔ تعارف اور سوال و جواب کا اہتمام ہوا۔ بعد نماز عصر ایک بزرگ رفیق سے ان کے گھر پر ملاقات ہوئی۔ بعد نماز مغرب، ”قرآن مرکز عارف والا“ میں ”سچا اُمتی کون؟“ کے موضوع پر خطاب کیا۔ بعد ازاں ہارون آباد کے لیے روانگی ہوئی۔

اتوار 06 ستمبر: صبح ناشتہ پر چند ذمہ داران سے مختصر ملاقات ہوئی۔ صبح 09:00 بجے تا قبل از اذان ظہر مسجد، قرآن مرکز ہارون آباد میں حلقہ بہاول نگر کے کل رفقاء اجتماع میں حلقہ اور نئے رفقاء کے تعارف، رفقاء کے سوالات کے جوابات اور بیعتِ مسنونہ کا اہتمام ہوا۔ نماز ظہر کے بعد حلقہ ذمہ داران سے ملاقات رہی۔ تعارف اور سوال و جواب کا اہتمام ہوا۔ بعد نماز عصر بہاول نگر روانگی ہوئی۔ بعد نماز مغرب ”القریش مارکی، بہاول نگر“ میں ”سچا اُمتی کون؟“ کے موضوع پر خطاب کیا۔

پیر 07 ستمبر: صبح بہاول پور روانگی ہوئی۔ چند ذمہ داران اور رفقاء سے مختصر ملاقات ہوئی۔ بعد ازاں پنجاب کالج، یزمان روڈ بہاول پور میں ”سیرت النبی ﷺ سے نوجوانوں کے لیے فکری و عملی رہنمائی“ کے موضوع پر خطاب کیا۔ دوپہر میں کراچی روانگی ہوئی۔

معمول کی مصروفیات: نائب امیر صاحب سے مستقل رابطہ رہا نیز تنظیمی امور انجام دیے۔ منتخب قرآنی نصاب کے حوالے سے مختلف ذمہ داریاں ادا کیں۔ معمول کی ریکارڈنگز کرائیں۔ رفقاء و احباب سے تعزیت و عیادت کے حوالے سے رابطہ بھی جاری ہے۔

حصہ دوم

حبِ رسول ﷺ اور اس کے تقاضے

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

(گزشتہ سے پیوستہ)

رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے امتیازی مقصد کے ذکر میں قرآن حکیم میں تین جگہ یعنی سورۃ التوبہ‘ سورۃ الفتح اور سورۃ الصف میں فرمایا گیا: ترجمہ: ”وہی (اللہ) ہے جس نے بھیجا اپنے رسولؐ کو“ (یہاں واحد کا صیغہ آیا رسولؐ جبکہ سورۃ الحدید میں رُسل جمع کا صیغہ تھا۔

کیا دے کر بھیجا!

﴿بِالْهُدٰى﴾ پہلی چیز جو حضور ﷺ کو دے کر بھیجے گئے وہ ہے الھدیٰ یعنی قرآن حکیم ابدی ہدایت نامہ۔ لیکن حضور ﷺ کو ایک اور چیز ﴿وَدِيْنِ الْحَقِّ﴾ ”اور سچا دین“ بھی دیا گیا۔ یہ وہ نظام ہے جو اللہ کی طرف سے نوعِ انسانی کے لیے آخری اور مکمل شریعت اور عدل وقسط پر مبنی ہے۔

حضور ﷺ نے دعوت بھی دی تبلیغ بھی فرمائی تربیت بھی دی تزکیہ بھی کیا۔ لیکن اس تمام جدوجہد کا مقصد کیا ہے! وہ ہے ﴿لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ﴾ ”تا کہ اس دینِ حق کو (اور اس نظام عدل وقسط کو) پورے نظام اطاعت پر غالب کر دیں“ زندگی کا کوئی گوشہ اس سے باہر نہ رہ جائے۔

یہ ہے مقصد بعثت تمام رسولوں کا کہ نظام عدل وقسط قائم ہو‘ ظلم‘ ناانصافی‘ جبر واستبداد اور استحصال کا خاتمہ ہو جائے اور اس نظام عدل وقسط کے قیام کے لیے جو اللہ نے اپنے رسولوں کے ذریعے سے نازل فرمایا اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لانے والے اپنے سردھڑ کی بازی لگا دیں۔ اب جبکہ حضور ﷺ کی بعثت خصوصی کا مقصد معین ہو گیا تو اللہ اور اس کے آخری نبی و رسول ﷺ پر ایمان لانے اور حضور ﷺ سے محبت کا دعویٰ کرنے کے کچھ نتائج اور تقاضے سامنے آتے ہیں جنہیں ترتیب وار پیش کیا جا رہا ہے۔

حضور ﷺ کی محبت اور آپؐ کی اتباع کا پہلا نتیجہ یہ نکلنا چاہیے کہ ہماری زندگی کا مقصد وہی ہو جو آپؐ کی بعثت کا مقصد ہے۔ باقی تمام چیزیں اس کے تابع ہو جائیں۔ مقصد اگر یہ نہیں ہے پھر تو نقشہ ہی جدا ہو گیا۔ ہم نے زندگی کے بعض گوشوں میں حضور ﷺ کی پیروی کر لی‘ مثلاً آپؐ کے لباس کی‘ وضع قطع کی‘ آپؐ کے روزانہ کے معمولات کی پیروی کر لی تو اپنی جگہ۔ ہر چیز مبارک ہے‘ حضور ﷺ کے نقش قدم کی جس طور اور جس انداز سے بھی پیروی کی جائے گی وہ نہایت مبارک ہے‘ مگر بحیثیت مجموعی حضور ﷺ نے اپنی زندگی کی جدوجہد کا جو رخ معین فرمایا وہ اختیار نہیں کیا تو ان سب میں اتباع نتیجہ خیز نہیں ہوگی۔ سورۃ البقرۃ کی آیت: 148 میں فرمایا گیا: ترجمہ: ”ہر شخص کے سامنے کوئی ہدف ہے‘ کوئی مقصد ہے‘ جس کی طرف وہ بڑھ رہا ہے“۔

اس جہانِ زندگانی میں ہر شخص کا کوئی نہ کوئی ہدف ہے۔ تو پہلی چیز جو حضور ﷺ کی محبت کے تقاضا کے طور پر سامنے آئے گی وہ یہ ہے کہ ہمارا ہدف بھی وہی ہو جائے جو حضور ﷺ کا تھا۔

اس اتباعِ رسولؐ کی پہلی منزل یہ ہوگی کہ ہر مسلمان شعوری طور پر اپنی زندگی کا ہدف معین کرے کہ میری زندگی کا مقصد‘ میری زندگی کا ہدف وہی ہے جو رسول اللہ ﷺ کی تھی اور وہ ہے اللہ کے دین کا غلبہ۔

مری زندگی کا مقصد ترے دیں کی سرفرازی\
میں اسی لیے مسلماں میں اسی لیے نمازی

میں نماز پڑھتا ہوں تا کہ اللہ یاد رہے‘ روزہ رکھتا ہوں تا کہ نفس کے منہ زور گھوڑے کو قابو میں رکھنے کی صلاحیت مجھ میں برقرار رہے‘ زکوٰۃ ادا کرتا ہوں تا کہ مال کی محبت دل میں ڈیرا لگا کر نہ بیٹھ رہے‘ لیکن ان تمام اعمال کو ایک وحدت میں پرونے والا مقصد کیا ہے! وہ ہے اللہ کے دین کی سرفرازی‘ اللہ کے دین کی سربلندی۔ جس کی زندگی کا ہدف یہ نہیں ہے‘ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہیں سے اس کی زندگی کا رُخ بدل گیا۔ بعض اجزاء میں وہ حضور ﷺ کے نقش قدم کی پیروی کر بھی رہا ہے تو بحیثیت مجموعی حضور کا اتباع مقصود و مطلوب نہ رہا تو اب اس جزوی پیروی کی کوئی اہمیت نہیں رہے گی۔ البتہ بحیثیت مجموعی اگر رخ وہی اختیار کر لیا تو اب ہر معاملہ میں حضور ﷺ کی پیروی نورٌ علیٰ نور کے درجہ میں آ جائے گی۔

یہ بات سمجھنے کی ہے کہ ہر کام ہر طریقے پر نہیں ہو سکتا۔ ہر کام کے لیے ایک طریقہ معین ہے۔ گندم کاشت کرنی ہے تو اس کا خاص موسم ہے‘ اسی میں کاشت کریں گے تو فصل ملے گی۔ ورنہ بیج بھی ضائع ہو جائے گا خواہ اخلاص کتنا ہی ہو۔ پھر یہ کہ اس کے لیے زمین کو تیار کرنا ہوگا۔ زمین تیار نہیں کی اور بیج بکھیر آئے تو کیا فصل مل جائے گی! معلوم ہوا کہ گندم کے حصول کا ایک نہج ہے‘ منہج ہے‘ طریق کار ہے۔ اگر اس کی پیروی نہیں کریں گے تو گندم نہیں اُگے گی۔ اسی طرح اس نظام عدل وقسط کو قائم کرنے کے لیے بھی‘ جو رسول اللہ ﷺ نے قائم کیا‘ وہی طریق کار اختیار کرنا ہوگا جو رسول اللہ ﷺ نے اختیار فرمایا۔

ایک شخص غلط فہمی میں ایک طریق کار پر عمل کر رہا ہے‘ وہ اپنی جگہ مخلص ہے اور سمجھتا ہے کہ اسی طریقے سے اسلامی انقلاب آ جائے گا‘ اسلامی نظام عدل وقسط قائم ہو جائے گا تو خلوص کی بنا پر اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر تو مل جائے گا‘ لیکن دُنیا میں اس کی محنت کامیاب نہیں ہوگی۔ لہٰذا ہمارا دوسرا شعوری فیصلہ یہ ہونا چاہیے کہ ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ حضور ﷺ نے کس طریقے سے انقلاب برپا فرمایا‘ کس نہج سے نظام عدل وقسط قائم فرمایا‘ کس طریقے سے ظالمانہ‘ استبدادی اور استحصالی نظام کو ختم کر کے ”لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ“ کی منزل تک رسائی فرمائی؟

جب ہمارا یہ شعوری فیصلہ ہو جائے گا تو ضرورت ہوگی کہ ہم سیرت طیبہ کا گہرا مطالعہ کریں اور یہ معلوم کریں کہ اس ہدف کو حاصل کرنے کے لیے حضور ﷺ نے کیا طریق کار اختیار فرمایا تھا۔

نبی کریم ﷺ کے منہج انقلاب کو سمجھنے کے لیے جب سیرت مطہرہ کا مطالعہ کیا تو انقلاب کے مختلف مراحل کا ایک واضح خاکہ سامنے آ گیا جس کی روشنی میں سیرت کے تمام واقعات انتہائی مربوط و بامعنی معلوم ہوئے۔ مطالعے کا حاصل یہ ہے کہ انقلابی جدوجہد کے چھ مراحل ہیں۔ پہلا مرحلہ دعوت و تبلیغ کا ہے۔ یعنی انقلابی نظریے کی نشر و اشاعت۔ اسلام کا انقلابی نظریہ ہے نظریۂ توحید۔ جان لیجیے کہ یہ نظریہ نہایت انقلابی ہے اور اس کی زد بہت دُور دُور تک پڑتی ہے۔ سماجی اور معاشرتی میدان میں توحید کا تقاضا ہے کہ تمام انسان برابر ہیں۔ سب کا خالق ایک اللہ

ہے۔ پیدائشی اعتبار سے کوئی اونچا اور کوئی نیچا نہیں ہے۔ ذات پات اور حسب و نسب کی بنیاد پر تمام تقسیموں کی مکمل نفی ہو جاتی ہے۔ اسی توحید کی ایک فرع یہ ہے کہ حاکم صرف اللہ ہے۔ ﴿اِنِ الۡحُکۡمُ اِلَّا لِلّٰہِ﴾ (یوسف:40) یعنی حاکمیت مطلقہ صرف اللہ کے لیے ہے۔ انسان کا کام صرف یہ ہے کہ اللہ کی حاکمیت کے نظام کو قائم کرے۔ ہاں اللہ کی عطا کردہ شریعت کے دائرے کے اندر اندر قانون سازی کی جا سکتی ہے۔ سیاست کے میدان میں اس سے بڑا انقلابی نظریہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

اسی طرح معاشیات کے میدان میں توحید کا تقاضا کیا ہے! ﴿لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ ؕ﴾ ”آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اُن کا مالک صرف اللہ ہے“۔ ملکیت انسان کے لیے ہے ہی نہیں۔ انسان کے پاس جو کچھ ہے بطور امانت ہے۔ اصل مالک تو اللہ ہے۔

ملکیت میں تصرف کا حق لامحدود ہوتا ہے۔ آپ کا مال ہے آپ جو چاہیں کریں‘ میری ملکیت ہے میں جو چاہوں کروں۔ لیکن امانت میں ایسا نہیں کر سکتے۔ امانت میں تصرف مالک کی مرضی کے مطابق ہوگا۔ مالک کی مرضی کے خلاف تصرف کیا جائے گا تو وہ خیانت شمار ہوگا۔ نظریۂ توحید کے تین تقاضے آپ کے سامنے آ گئے۔ معاشرتی سطح پر انسانی مساوات‘ سیاسی سطح پر اللہ کی حاکمیت اور انسان کے لیے خلافت کا تصور اور معاشی سطح پر ملکیت کی بجائے امانت کا تصور!

انقلابی جدوجہد کے دوسرے مرحلے کا عنوان ہے ”تنظیم“ یعنی وہ لوگ جو شعوری طور پر توحید کی اس انقلابی دعوت کو قبول کر لیں‘ انہیں جماعتی شکل میں منظم کیا جائے‘ کہ محض نظریے کی دعوت و تبلیغ سے انقلاب نہیں آ سکتا جب تک اس کی پشت پر فدائین اور سرفروشوں کی جماعت نہ ہو۔ اسلامی انقلاب کے لیے ایک جماعت چاہیے‘ جان نثاروں کی جماعت جو پورے طور پر منظم ہو۔ جس کے لیے ہماری دین کی اصطلاح ہے سمع و طاعت یعنی سنو اور اطاعت کرو۔ گویا ڈسپلن اس نوع کا ہو جیسے فوج میں ہوتا ہے۔ ڈھیلے ڈھالے نظم کے ساتھ انقلاب نہیں لایا جا سکتا۔

تیسرا مرحلہ ہے تربیت اور تزکیہ کا‘ یعنی جس اللہ کے لیے یہ سب کچھ کر رہے ہو اُس کے احکام کو پہلے اپنے اوپر نافذ کرو۔ جس رسول ﷺ کے اتباع میں انقلاب برپا کرنے چلے ہو پہلے اُس رسول کی ہر ادا کو اپنی سیرت میں جذب کرو۔ جب تک یہ نہیں ہوگا کوئی کوشش بار آور نہیں ہوگی۔ فرض کیجیے کہ ایک شخص بہت فعال ہے‘ تنظیمی اور جماعتی کاموں میں لگا رہتا ہے‘ بہت بھاگ دوڑ کرتا ہے‘ لیکن اُس سے دین کے احکام پر عمل میں کسل مندی‘ تساہل اور بے رغبتی کا اظہار ہوتا ہے‘ تو ایسے سپاہیوں سے گاڑی نہیں چلے گی۔ ایسے لوگ کسی امتحان کے مرحلہ میں خالی کارتوس ثابت ہوں گے۔ لہٰذا تیسرا نہایت اہم مرحلہ ہے تربیت اور تزکیہ کا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور نبی کریم ﷺ کی تربیت کا شاہکار تھے‘ ہمارے لیے اصل آئیڈیل وہ ہیں اور واقعہ یہ ہے کہ جو تربیت حضور ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فرمائی تھی، اس کی کوئی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی۔ یہ وہ بات ہے جس کی گواہی دشمنوں کی طرف سے ملی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جب سپاہِ اسلام ایرانیوں کے خلاف صف آرا تھیں تو رستم سپہ سالار افواجِ ایران نے مسلمان فوجوں کے حالات معلوم کرنے کے لیے جاسوس بھیجے۔ وہ بھیس بدل کر مسلمانوں کے کیمپ میں حالات کا مشاہدہ کرتے رہے۔ واپس جا کر انہوں نے رستم کو رپورٹ پیش کی کہ ”یہ عجیب لوگ ہیں‘ رات کو راہب نظر آتے ہیں اور دن میں شہسوار ہیں“۔ دُنیا نے یہ دونوں چیزیں علیحدہ علیحدہ تو دیکھی تھیں۔ عیسائی راہب بڑی تعداد میں موجود تھے لیکن وہ دن کے وقت بھی راہب ہوتے تھے اور رات کے وقت بھی۔ ان کے ہاتھ میں تلوار تو نظر نہیں آتی۔ اسی طرح قیصر و کسریٰ کی افواج بھی موجود تھیں‘ لیکن جو دن کا فوجی ہے وہ رات کا بھی فوجی ہے۔ جہاں رات کو فوج کا پڑاؤ ہو جاتا تھا وہاں آس پاس کی کسی عورت کی عصمت کا محفوظ رہ جانا ایک معجزہ ہوتا تھا۔ گل چھرے اُڑائے جا رہے ہیں‘ شراب کے دور چل رہے ہیں‘ دل کھول کر عیاشی ہو رہی ہے۔ اب نبی اکرم ﷺ کی تربیت و تزکیہ کا کمال دیکھئے کہ دو متضاد چیزوں کو جمع کر دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت و کردار پر اس سے زیادہ جامع تبصرہ ہو ہی نہیں سکتا۔

کسی انقلابی جدوجہد کے یہ تین ابتدائی مراحل ہیں۔ دعوت‘ تنظیم اور تربیت و تزکیہ۔ ان کا حاصل یہ ہے کہ ایک انقلابی جماعت وجود میں آئے جو ایک طاقت اور قوت بن جائے۔ اس قوت و طاقت کا کام یہ ہے کہ جب تک یہ طاقت بڑھ رہی ہے، اپنے آپس کے روابط و تعلق کو مضبوط بنیادوں پر استوار کرے۔ اپنی تنظیم کو مضبوط سے مضبوط تر کرے اپنی دعوت کے ذریعے سے اپنے حلقہ اثر کو وسیع کرنے کی جدوجہد کرے جب تک اتنی طاقت نہیں ہو جاتی کہ وہ باطل سے ٹکرا سکے اس وقت تک صبر محض پر عامل رہے۔ ﴿کُفُّوۡۤا اَیۡدِیَکُمۡ﴾ ”ہاتھ بندھے رکھو!“ چاہے تمہارے ٹکڑے اُڑا دیئے جائیں‘ تم ہاتھ مت اٹھاؤ۔ انقلابی جدوجہد میں اس صبر محض کی بہت اہمیت ہوتی ہے‘ اس لیے کہ اگر ابتدائی مراحل میں انقلابی جماعت تشدد پر اتر آئے تو اس معاشرے میں موجود باطل نظام کو اس بات کا اخلاقی جواز حاصل ہو جاتا ہے کہ وہ اس مختصر سی انقلابی طاقت کو کچل ڈالے۔ اس کے برعکس وہ انقلابی جماعت اگر صبر محض کی پالیسی کو اختیار کرے اور ظالموں کی جانب سے تشدد کو جھیل جائے تو معاشرے کی رائے عامہ اس جماعت کے حق میں ہموار ہوتی چلی جائے گی کہ ان کا بس ایک جرم ہے کہ اللہ کو مانتے ہیں اور محمد ﷺ کے دامن سے وابستہ ہیں۔ مکہ کے تمام لوگ تو سنگ دل نہیں تھے۔ وہاں کی خاموش اکثریت تو دیکھ رہی تھی کہ مسلمانوں کو ناحق ستایا جا رہا ہے اور یہی مسلمانوں کی اخلاقی فتح تھی جو بعد میں غزوۂ بدر میں اس طرح ظاہر ہوئی کہ 313 بے سروسامان لشکر کے سامنے ایک ہزار کا مسلح لشکر ٹھہر نہ سکا اور مسلمانوں نے کفار کو گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیا۔

یہ صبر محض انقلابی تحریک کا نہایت اہم مرحلہ ہے۔ مراحل کو ترتیب وار شمار کرتے ہوئے صبر محض چوتھا مرحلہ قرار پاتا ہے ورنہ حقیقت کے اعتبار سے دیکھا جائے تو یہ مرحلہ دعوت کے پہلے دن سے شروع ہو جاتا ہے اور ابتدائی تینوں مراحل یعنی دعوت‘ تنظیم اور تربیت کے شانہ بشانہ چلتا ہے۔ یہ صبر محض اُس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک اتنی طاقت نہ ہو جائے کہ اس نظام کے ساتھ باضابطہ تصادم مول لیا جا سکے۔ واضح رہے کہ ٹکراؤ کے بغیر انقلاب نہیں آتا‘ ٹھنڈے ٹھنڈے وعظ اور نصیحت سے انقلاب کبھی نہیں آیا‘ لیکن پختہ ہوئے اور مناسب تیاری کے بغیر ٹکراؤ ہو گیا تو تمام جدوجہد اکارت جائے گی۔ لیکن جب طاقت اتنی فراہم ہو جائے کہ وہ انقلابی جماعت یہ محسوس کرے کہ اب ہم برملا اور کھلم کھلا باطل کو چھیڑ سکتے ہیں‘ اس کا مقابلہ کر سکتے ہیں‘ تو انقلاب کا پانچواں مرحلہ شروع ہو جائے گا جس کا عنوان ہے اقدام یعنی active resistance۔ یعنی اب اُس نظام کی کسی دکھتی رگ کو چھیڑا جائے گا۔ ہمارے دور میں اگر کوئی ایسی اسلامی انقلابی جماعت وجود میں آ جائے تو یہ فیصلہ کرنا کہ اب کافی طاقت فراہم ہو گئی ہے اور اقدام کا مرحلہ آ گیا ہے‘ اس کا انحصار امیر کے اجتہاد پر ہوگا۔ نبی اکرم ﷺ کے لیے تو یہ فیصلہ اللہ کی طرف سے تھا۔ ہجرت ہو رہی ہے‘ ساتھ ہی آیت

نازل ہوگئی: ﴿اُذِنَ لِلَّذِیۡنَ یُقٰتَلُوۡنَ بِاَنَّہُمۡ ظُلِمُوۡا ؕ وَ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصۡرِہِمۡ لَقَدِیۡرُۨ ﴾ (الحج) ’’اب اجازت دی جارہی ہے (قتال کی) ان لوگوں کو جن پر جنگ مسلط کی گئی ہے، اس لیے کہ ان پر ظلم کیا گیا ہے۔ اور یقیناً اللہ ان کی نصرت پر قادر ہے۔‘‘

اب وحی تو نہیں آئے گی۔ اب یہ فیصلہ اجتہاد سے ہو گا۔ اب فہم و ادراک کی پوری قوتیں کام میں لا کر فیصلہ کرنا ہوگا کہ کیا ہمارے پاس اتنی طاقت ہے کہ ہم باطل نظام کے ساتھ ٹکر لے سکتے ہیں! مشورے کے بعد اگر امیر جماعت کی یہ رائے بن گئی کہ ہمارے پاس معتدبہ تعداد میں ایسے کارکن موجود ہیں جو منظم ہیں، سمع و طاعت کے خوگر ہیں، ان کا تعلق مع اللہ مضبوط ہے، ان کی اسلامی نہج پر تربیت ہو چکی ہے، تزکیۂ نفس کی وادی سے وہ گزر چکے ہیں، اللہ کی راہ میں جان دینے کو وہ اپنی زندگی کی سب سے بڑی کامیابی سمجھتے ہیں، تو پھر چیلنج کیا جائے گا اور آگے بڑھ کر اقدام کیا جائے گا۔

سیرت النبی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں یہ اقدام ہمیں اس شکل میں ملتا ہے کہ حضورؐ نے مدینہ تشریف لے جا کر ٹھنڈی چھاؤں میں آرام نہیں فرمایا۔ مستشرقین اور مغربی مورخین کی ہرزہ سرائی دیکھئے کہ وہ ہجرت کا ترجمہ Flight to Madina کرتے ہیں۔ Flight کا ترجمہ ہوگا فرار۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ محمد رسول اللہ ﷺ نے مدینہ جا کر معاذ اللہ پناہ نہیں لی تھی۔ ہجرت دراصل عنوان ہے اس کا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ اور ان کے اعوان و انصارؓ کے لیے ایک base فراہم کر دی تھی کہ جہاں سے اسلامی انقلاب کی تحریک کو launch کرنا ہے اور اسے پایۂ تکمیل تک پہنچانا ہے۔ حضور ﷺ نے مدینہ تشریف لا کر صرف چھ مہینے داخلی استحکام پر صرف فرمائے۔ اس عرصہ میں تین کام کیے ہیں۔ پہلا کام مسجد نبوی کی تعمیر، یہ مرکز بن گیا۔ دوسرا کام مہاجرینؓ اور انصارؓ کی مواخات اور تیسرا کام یہود کے تین قبیلوں سے معاہدے کر کے ان کو معاہدوں میں جکڑ لیا۔ طے پا گیا کہ وہ اپنے مذہب پر قائم رہیں گے، ان کے تمام شہری حقوق محفوظ رہیں گے، لیکن اگر کبھی کسی طرف سے مدینہ پر حملہ ہوا تو وہ مسلمانوں کا ساتھ دیں گے یا بالکل غیر جانب دار رہیں گے۔

ان ابتدائی چھ مہینوں کے بعد راست اقدام کا مرحلہ شروع ہوتا ہے۔ آپؐ نے چھاپہ مار دستے بھیجنے شروع کر دیے۔ قریش کی شہ رگ پر ہاتھ ڈالا اور ان کے تجارتی قافلوں کو مخدوش بنا دیا۔ ان مہمات کا نتیجہ تھا کہ قریش کا ایک ہزار کا لشکر کیل کانٹے سے لیس ہو کر حملہ آور ہوا۔ اور یوں انقلاب محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا چھٹا اور آخری مرحلہ یعنی مسلح تصادم کا آغاز ہوگیا۔ یہ چھٹا اور آخری مرحلہ چھ سال کے عرصہ پر محیط ہے۔ اس دوران ہر طرح کی اونچ نیچ آئی۔ بدر میں 70 کافر مارے گئے 14 مسلمان شہید ہوئے۔ اُحد میں 70 صحابہ ؓ شہید ہو گئے۔ نشیب و فراز آئے ہیں۔ ﴿یُقَاتِلُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ فَیَقۡتُلُوۡنَ وَ یُقۡتَلُوۡنَ ۟ ﴾ (التوبۃ: 111) ’’وہ اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں۔ قتل کرتے بھی ہیں اور قتل ہوتے بھی ہیں‘‘۔ اللہ کی طرف سے یہ ضمانت نہیں تھی کہ اے اہل ایمان! میری راہ میں جنگ کرو تم میں سے کسی کو کوئی آنچ نہیں آئے گی، یہ گارنٹی تو کہیں نہیں دی گئی تھی۔ تم کو تو اپنی جانیں دے کر اپنی صداقت کا ثبوت دینا ہے۔ عام اہل ایمان کو کہاں گارنٹی ملتی، حضور ﷺ کے لیے بھی گارنٹی نہیں تھی۔ طائف میں جب حضورؐ پر پتھراؤ ہوا ہے تو آپ کا جسد اطہر لہولہان ہوا کہ نہیں ہوا!! اُحد میں جب حضور ﷺ کے چہرہ مبارک پر تلوار کا وار پڑا ہے تو آپؐ کے دندان مبارک شہید ہوئے کہ نہیں ہوئے! خون کا فوارہ چھوٹا کہ نہیں اور حضور ﷺ کے رخسار مبارک پر خود کی دو کڑیاں گھسیں کہ نہیں گھسیں! یہ سب کچھ ہوا۔ ان آزمائشوں سے گزرنے کے بعد، اپنا سب کچھ اللہ کی راہ میں لگا دینے کے بعد وہ مرحلہ بھی آتا ہے کہ اللہ کی غیبی تائید و نصرت آ کر رہتی ہے۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے کہ کامیابی قدم چومے گی: ﴿وَ اَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ﴾ (آل عمران) ’’اور تم ہی سربلند رہو گے اگر تم مومن ہوئے۔‘‘

اب ایک اور اہم بات کی طرف اشارہ کروں گا کہ اس انقلابی عمل کے ابتدائی چار مراحل ہر دور میں بعینہٖ اسی طرح رہیں گے جیسے ہمیں سیرت مطہرہ میں نظر آتے ہیں۔ یعنی اسلامی انقلابی جدوجہد کا پہلا مرحلہ دعوت و تبلیغ کا ہو گا۔ اس میں قرآن کو مرکز و محور کی حیثیت حاصل ہوگی اور انقلابی نظریہ توحید ہی کا ہوگا۔

دوسرا مرحلہ ہے تنظیم۔ یہاں بھی ہمیں سیرت مطہرہ سے حاصل ہونے والے اُسوہ کو جوں کا توں اختیار کرنا ہوگا۔ تنظیم کے معاملے میں حضور ﷺ نے جو رہنمائی اُمت کو دی ہے وہ نظام بیعت ہے۔ اجتماعیت کے لیے بنیاد بیعت ہوگی۔ اس رائے سے کسی کو اختلاف ہو سکتا ہے لیکن میری رائے ہے کہ اسلامی انقلاب کے لیے ایک جماعت اور ایک تنظیم کی تاسیس کے لیے سیرت مطہرہ ﷺ میں بیعت کی سنت کے سوا کوئی دوسری صورت موجود نہیں ہے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت عبادہ بن الصامت ؓ سے حدیث ملتی ہے، جس کی صحت پر اُمت کے دو جلیل القدر محدثین امام بخاری اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہما متفق ہیں۔: ’’حضرت عبادہ بن صامت ؓ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی کہ جو حکم آپ ہمیں دیں گے ہم سنیں گے اور مانیں گے، چاہے آسانی ہو چاہے تنگی ہو، چاہے وہ ہمارے نفس کو اچھا لگے چاہے اس کے لیے ہمیں اپنے نفس کو مجبور کرنا پڑے اور چاہے آپؐ ہم پر دوسروں کو ترجیح دیں، اور جس کو بھی آپؐ امیر مقرر فرما دیں گے ہم اس کا حکم مانیں گے اور اس سے جھگڑیں گے نہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ جو ہماری رائے ہوگی اور جس بات کو ہم حق سمجھیں گے اس کو بیان ضرور کریں گے ہم جہاں کہیں بھی ہوں۔ اور اللہ کے معاملہ میں حق بات کہنے سے ہم کسی ملامت گر کی ملامت سے ہرگز نہیں ڈریں گے۔‘‘ اس میں صرف یہ فرق ملحوظ رکھنا ہوگا کہ حضور کی اطاعت مطلق تھی، اس لیے کہ حضور کا ہر فرمان معروف کے حکم میں تھا، لیکن آپؐ کے بعد اب کسی بھی امیر کی اطاعت آزاد نہیں ہوگی بلکہ معروف کے دائرے کے اندر ہوگی۔ تربیت کے مرحلے میں بھی ہمیں پورے طور پر نبوی طریق کی پیروی کرنا ہوگی۔ اس میں اہم ترین چیز ہے عبادات مفروضہ کا اہتمام اور ان کی پابندی، مزید برآں تلاوت قرآن اور حتی الامکان قیام اللیل کا اہتمام۔ اسی طرح صبر محض کے مرحلے کو بھی ہمیں بعینہٖ اسی طرح اختیار کرنا ہوگا جس طرح ہمیں سیرت میں مکی دور میں نظر آتا ہے۔ یعنی دعوت و تبلیغ کے اس کام میں اور اقامت دین کی اس جدوجہد میں جو مصائب اور شدائد آئیں ان پر صبر کرنا، ثابت قدم رہنا، اور اپنا ہاتھ روک کر رکھنا۔ یہ وہ چار ابتدائی مراحل ہیں جن میں ہمیں طریق نبویؐ کو جوں کا توں اختیار کرنا ہے۔

البتہ اسلامی انقلابی جدوجہد کے پانچویں اور چھٹے مرحلے یعنی اقدام اور مسلح اقدام کے معاملے میں ہمیں احوال و ظروف کی مناسبت سے کچھ ترمیم کرنی ہوگی اور اجتہاد سے کام لینا ہوگا۔ وجہ یہ کہ نبی اکرم ﷺ کا جس معاشرے سے معاملہ تھا، وہ ہر اعتبار سے خالص کافرانہ معاشرہ تھا۔ آج کسی بھی مسلم ملک میں یہ جدوجہد ہوگی تو

سابقہ مسلمانوں سے پیش آئے گا، خواہ وہاں کے حکمران اور عامۃ المسلمین کی اکثریت فاسق وفاجر ہی ہو۔ وہ سیکولر ذہن رکھتے ہوں' لیکن کلمہ گو تو ہیں' شمار تو اُن کا مسلمانوں ہی میں ہوتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ اُس زمانہ میں طاقت کا زیادہ فرق نہیں تھا' جو تلواریں اُدھر مشرکین وکفار کے پاس تھیں وہی مسلمانوں کے پاس تھیں۔ مقدار اور تعداد کا فرق ضرور تھا' لیکن نوعیت کا فرق نہیں تھا۔ لیکن آج کل جو استحصالی نظام بھی قائم ہے' خواہ وہ سرمایہ دارانہ ہو یا جاگیردارانہ اس کو تحفظ دینے والی حکومت ہوتی ہے جو انہی طبقات کے افراد پر مشتمل ہوتی ہے اور اس کے مفادات رائج الوقت نظام سے بڑی مضبوطی سے وابستہ ہوتے ہیں۔ لہٰذا مقابلہ میں حکومت آتی ہے جس کے پاس بے پناہ قوت وطاقت ہے۔ چنانچہ مسلح تصادم والی بات موجودہ دور میں بڑی مشکل ہے۔ اس کا کوئی بدل تلاش کرنا پڑے گا۔ وہ متبادل طریقے تمدن کے ارتقاء نے فراہم کیے ہیں۔ پُرامن مظاہرے' پکٹنگ کرنا' گھیراؤ کرنا' چیلنج کرنا کہ فلاں فلاں کام جو اسلام کی رو سے منکر ہیں' ہم یہاں نہیں ہونے دیں گے۔ یہ کام ہوگا تو ہماری لاشوں پر ہوگا۔ یہ وہ راستے ہیں جو تمدن کے ارتقاء کی بدولت ہمارے لیے کھلے ہیں۔ جب تک یہ مرحلہ نہیں آتا صرف زبان وقلم سے اس کا اظہار کیا جائے گا کہ یہ کام اسلام کے خلاف ہیں' منکر ہیں' حرام ہیں۔ ان کو چھوڑ دو' ان سے باز آ جاؤ' ان کی جگہ معروفات کو رائج کرو' لیکن جب وہ وقت آ جائے کہ اسلامی انقلابی جماعت یہ سمجھے کہ ہمارے پاس اتنی طاقت ہے کہ ہم مظاہروں کے ذریعے سے حکومت کو مجبور کرسکتے ہیں تو پھر چیلنج کیا جائے گا کہ اب یہ کام ہم نہیں ہونے دیں گے' سڑکوں پر نکل آئیں گے' پکٹنگ کریں گے۔ نتیجہ میں لاٹھی چارج ہوگا' گرفتاریاں ہوں گی' حکومت اور آگے بڑھے گی تو فائرنگ ہوگی۔ تو جب اس جماعت کے وابستگان نے پہلے ہی جان ہتھیلی پر رکھی ہوئی ہے' وہ سر پر کفن باندھ کر نکلے ہیں تو پیٹھ دکھانے کا کیا سوال! اب یا تو حکومت گھٹنے ٹیک دے گی اس لیے کہ آخر فوج بھی اسی ملک کی ہے اور عوام بھی اسی ملک کے ہیں۔ اپنوں کے خون سے ہاتھ کب تک رنگ سکیں گے۔ یا پھر نذرانہ جان اپنے رب کے حضور پیش کر کے اس تنظیم کے ارکان سرخرو ہو جائیں گے۔

اس کی ایک مثال ایرانیوں نے پیش کر کے دکھا دی ہے۔ اگرچہ ایران میں انقلاب کے پہلے چار مراحل پر مطلوبہ درجہ میں کام نہیں ہوا تھا' اس میں خامیاں رہ گئی تھیں۔ لیکن انہوں نے شاہ کے خلاف مسلح بغاوت نہیں کی تھی' انہوں نے ہتھیار ہاتھ میں نہیں لیے' خود جانیں دینے کے لیے سڑکوں پر آ گئے۔ ہزاروں مارے گئے' کوئی پروا نہیں۔ لیکن ان قربانیوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ پولیس عاجز آ گئی اور فوج نے مظاہرین پر گولیاں چلانے سے انکار کر دیا اور آخر کار شہنشاہ کو بھاگتے بنی اور انجام یہ ہوا کہ ؎ "دو گز زمیں بھی نہ ملی کوئے یار میں"۔ وہ شہنشاہ جو علاقہ میں امریکہ کا سب سے بڑا پولیس مین تھا' اُسے امریکہ بہادر نے بھی اپنے ہاں پناہ دینے سے انکار کر دیا۔ وہ کون سی طاقت تھی جس نے شہنشاہ ایران کو حکومت چھوڑ کر بھاگنے پر مجبور کر دیا! وہ عوام کا جذبہ اور جان قربان کرنے پر آمادگی کی طاقت تھی۔ اس کے بغیر نظام نہیں بدلتا۔ تو اس معاملے میں اجتہاد سے کام لیتے ہوئے ہمیں موجودہ حالات کے پیش نظر صبر محض ہی کی پالیسی پر کاربند رہتے ہوئے اقدام کرنا ہوگا' مسلح تصادم کی نوبت نہیں آئے گی۔

البتہ جہاں حالات سازگار ہوں تو امام ابوحنیفہ ؒ کا فتویٰ ہے کہ وہاں نہی عن المنکر کے لیے طاقت کا استعمال کیا جاسکتا ہے' تلوار اٹھائی جاسکتی ہے۔ ایسی بات نہیں ہے کہ کسی مسلمان فاسق وفاجر حکمران کے خلاف مسلح بغاوت کا راستہ بالکل بند کر دیا گیا ہو۔ بغاوت ہوسکتی ہے۔ البتہ فقہاء کرام نے اس کے لیے شرط یہ عائد کی ہے کہ طاقت اتنی ہو جائے کہ اپنے اندازے اور جائزے کی حد تک کامیابی کا واضح امکان نظر آتا ہو۔ باقی عملاً کیا ہوگا؟ تو بہت سے ان دیکھے عوامل ایسے پیدا ہوسکتے ہیں کہ آپ یقین سے نتیجے کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتے۔ بہرحال یہ معاملہ اگرچہ مشروط ہے لیکن اتنی بات تو ثابت ہے کہ مسلح بغاوت حرام مطلق نہیں ہے۔

ہمارے ملک کے حالات میں عملاً مسلح بغاوت ممکن نہیں ہے بلکہ پُرامن اور منظم مظاہرے اور وہ تمام اقدامات جن کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ اس کا بدل ہے۔ اس طرح ہم اللہ کی راہ میں جان تو دے سکتے ہیں۔ اس کے لیے آمادگی ضرور رہنی چاہیے۔

حضور ﷺ نے فرمایا: "اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! میری یہ شدید آرزو ہے کہ میں اللہ کی راہ میں جنگ کروں اور قتل کر دیا جاؤں' پھر (مجھے زندہ کیا جائے اور پھر) میں اللہ کی راہ میں جہاد کروں اور قتل کر دیا جاؤں۔ پھر (مجھے زندہ کیا جائے اور پھر) میں اللہ کی راہ میں جہاد کروں اور قتل کر دیا جاؤں"۔ (صحیح مسلم) اس آرزو کا ہر مسلمان کے دل میں ہونا ایمان کی علامت ہے اور حضور ﷺ کے اتباع کا لازمی تقاضا ہے۔ اسی طریقے سے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "جس کسی مسلمان نے اللہ کی راہ میں نہ کبھی جنگ کی اور نہ اُس کے دل میں اس کی آرزو تھی تو اگر اس حال میں اس کو موت آئی تو اُس کی موت ایک نوع کے نفاق پر ہوگی"۔ گویا یہ ایمان کی شرط لازم ہے کہ یہ آرزو دل میں موجود ہو کہ اے اللہ! تیرے دین کی سربلندی کے لیے یہ جان کام آئے' گردن کٹے' اس جسم کے ٹکڑے ہو جائیں۔

اس خواہش کا ہونا ضروری ہے خواہ اس کا مرحلہ نہ آئے۔ صحابہ کرام ؓ میں بھی بہت سے ایسے ہیں کہ جن کا انتقال جنگ کا سلسلہ شروع ہونے سے پہلے ہوگیا۔ ممکن ہے مکی دور میں کسی صحابی کی طبعی موت واقع ہوگئی ہو۔ ان کے لیے میدان جنگ میں گردن کٹانے کی نوبت آئی نہیں۔ اسی طرح عین ممکن ہے کہ ہماری زندگیوں میں اللہ کی راہ میں جانی قربانی دینے کا مرحلہ نہ آئے' لیکن دل میں نیت ہو' آرزو ہو' تمنا ہو' تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے واثق اُمید ہے کہ وہ اس پر بھی اجر وثواب عطا فرمائے گا۔

حب رسول کا بنیادی تقاضا ہے اتباع رسولؐ۔ یہ اتباع زندگی کے چھوٹے چھوٹے معاملات میں بھی مطلوب اور مبارک ہے' لیکن اس کا اصل تقاضا یہ ہے کہ ہماری زندگی کا پورا رخ وہی ہو جائے جو نبی اکرم ﷺ کی زندگی کا تھا۔ اور وہ رخ تھا غلبہ دین کی جدوجہد کا رخ' نظام عدل وقسط کا عملاً قیام ونفاذ! اسی مشن کے لیے حضور ﷺ نے 23 سال تک جاں گسل محنت ومشقت کی' اسی کے لیے صحابہ کرام ؓ نے زندگیاں کھپا دیں۔ مصائب جھیلے' مظالم برداشت کیے' جانوں کے نذرانے پیش کیے۔ حضور ﷺ اور صحابہ کرام ؓ کے نقش قدم پر ہماری زندگی کا رخ معین ہو جائے' ہماری دلچسپیاں اور ہمارے ذوق وشوق سیرت رسولؐ اور سیرت صحابہؓ کے سانچے میں ڈھل جائیں' یہی حب رسول کا اصل تقاضا ہے۔ ؎

میری زندگی کا مقصد ترے دیں کی سرفرازی
میں اسی لیے مسلماں میں اسی لیے نمازی!

(ختم شد)

❁❁❁

حافظ عاکف سعید رحمہ اللہ: ایک دل نواز شخصیت

ڈاکٹر ضمیر اختر خان

زندگی کے سفر میں بعض لوگ ایسے ملتے ہیں جن سے ملاقات کا دورانیہ اگرچہ مختصر ہوتا ہے، مگر ان کی شخصیت کا اثر دیر پا ہو جاتا ہے۔ وقت گزر جاتا ہے، حالات بدل جاتے ہیں، بہت سے چہرے یادوں کے دھندلکے میں گم ہو جاتے ہیں، لیکن کچھ شخصیات ایسی ہوتی ہیں جن کی ایک مسکراہٹ، ایک جملہ، ایک مصافحہ یا محبت بھر احسن سلوک دل کے کسی گوشے میں ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو جاتا ہے۔ محترم حافظ عاکف سعید میرے لیے ایسی ہی ایک شخصیت ہیں۔ ان سے میرا تعلق محض تنظیمی رفاقت تک محدود نہیں بلکہ محبت، اپنائیت اور قلبی تعلق کا ایک احساس ہمیشہ رہا۔ ان کی شخصیت میں ایک خاص قسم کی دل نوازی ہے۔ وہ سامنے والے کو محض سنتے نہیں، اُسے محسوس بھی کرتے۔ گفتگو میں شائستگی، طبیعت میں حلم و بردباری، مزاج میں سادگی اور برتاؤ میں شفقت! اس وقت علیل ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں شفائے کاملہ عطا فرمائے!

ان کے اندر اپنے عظیم والد محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی ذہانت اور علمی رسوخ کی جھلک نمایاں رہی، مگر وہ اپنی ذات میں بھی ایک منفرد شخصیت ہیں۔ علم ان کے لیے محض اظہار فضیلت کا ذریعہ نہیں رہا بلکہ دین اور قرآن کے ساتھ ان کے تعلق کا وسیلہ! قرآن مجید سے ان کی محبت ان کی تلاوت میں بھی محسوس ہوتی۔ وہ قرآن مجید کی تلاوت مصری لہجے میں نہایت خوب صورتی اور دل نشینی سے کرتے۔ ان کی آواز میں قرآن کی آیات سننا ایک الگ ہی کیفیت پیدا کر دیتا۔ حافظ صاحب کی شخصیت کا میرے دل پر سب سے گہرا نقش ان کے علم یا خطابات نے نہیں، بلکہ ان کے حسنِ سلوک نے چھوڑا۔

وہ ایک صبح جو کبھی نہیں بھولی

یہ واقعہ اس زمانے کا ہے جب میں کراچی سے لاہور آیا تھا۔ میں تنظیم میں نیا نیا شامل ہوا تھا۔ دل میں تنظیم کے مرکز کو دیکھنے، رفقاء سے ملنے اور اس ماحول کو قریب سے دیکھنے کا بڑا شوق تھا۔ ان دنوں مرکز تنظیم اسلامی K-36 ماڈل ٹاؤن، لاہور میں واقع تھا۔ صبح کے وقت میں مرکز پہنچا۔ میرے دل میں ایک عجیب سا جوش تھا۔ ایک نئی دنیا دیکھنے کا احساس! خیال تھا کہ مرکز میں رفقائے تنظیم سے ملاقات ہوگی، محبت ملے گی، تعارف ہوگا اور ایسا محسوس ہوگا جیسے اپنے ہی لوگوں کے درمیان آ گیا ہوں۔ البتہ میری توقع کے برعکس صورتِ حال کچھ مختلف نکلی۔ میں مرکز کے مختلف دفاتر میں گیا۔ سب لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ کسی دفتر میں داخل ہوتا تو کوئی خاص توجہ نہ ملتی۔ میں ایک دفتر سے دوسرے دفتر جاتا رہا، دل میں ایک عجیب سی کیفیت پیدا ہونے لگی۔ میں نیا تھا، کسی کو جانتا بھی نہیں تھا، اس لیے کسی سے شکوہ بھی نہیں کر سکتا تھا۔ آخر کار میں باہر آ گیا۔

پھر وہ لمحہ آیا جس نے اس پوری صبح کا رنگ بدل دیا۔ سامنے سے محترم حافظ عاکف سعید آتے دکھائی دیے۔ انہوں نے مجھے دیکھا تو جس انداز سے ملے، وہ آج بھی میرے دل میں محفوظ ہے۔ چہرے پر مسکراہٹ، انداز میں تپاک اور لہجے میں اپنائیت۔ انہوں نے میرا حال پوچھا، اور مجھے اپنے دفتر میں لے گئے۔ مجھے بٹھایا۔ چائے پلائی۔ کچھ دیر گفتگو کی۔ بس اتنی سی بات تھی، لیکن میرے لیے وہ صرف چائے کا ایک کپ نہیں تھا۔ وہ ایک نئے رفیق کے دل میں جگہ بنانے کا انداز تھا۔ وہ یہ احساس دلانے کا طریقہ تھا کہ: ”آپ یہاں اجنبی نہیں ہیں۔ بلکہ ہمارے اپنے ہیں۔“

میں حافظ صاحب کے دفتر سے اُٹھ کر باہر آیا تو سامنے سے ڈاکٹر اسرار احمدؒ تشریف لاتے دکھائی دیے۔ انہوں نے حسبِ معمول گرم جوشی سے میرا حال احوال پوچھا۔ شاید میرے اندر کی کیفیت اس وقت تک جمع ہو چکی تھی۔ مجھ سے رہا نہ گیا اور میں نے قدرے شکوہ آمیز انداز میں عرض کیا: ”ڈاکٹر صاحب! مجھے تو یہاں ایسا لگا جیسے ہر ایک ناراض بیٹھا ہوا ہے۔ کسی کو کسی کی خبر ہی نہیں۔ صرف حافظ عاکف سعید صاحب ہی وہ واحد شخص ہیں جنہوں نے نہ صرف میرا حال پوچھا بلکہ مجھے اپنے دفتر لے گئے، بٹھایا اور چائے بھی پلائی۔“

یہ سن کر ڈاکٹر صاحب نے بھی یقیناً محسوس کیا ہوگا کہ ان کے صاحب زادے نے ایک نئے رفیق کے دل کو کس طرح جیت لیا ہے۔ آج اس واقعے کو کئی برس گزر چکے ہیں۔ مرکز بدل گیا، لوگ بدل گئے، زمانہ بدل گیا لیکن وہ صبح نہیں بدلی۔ وہ آج بھی میرے حافظے میں اسی طرح روشن ہے۔

ایک کپ چائے کی یاد

میں نے زندگی میں بہت لوگوں کے ساتھ چائے پی ہے۔ بہت سے بڑے لوگوں سے ملاقاتیں ہوئی ہیں۔ بہت سے مواقع آئے اور گزر گئے۔ حیرت کی بات ہے کہ ان سب میں مجھے محترم حافظ عاکف سعید کے دفتر میں پی گئی وہ چائے آج تک یاد ہے۔ کیوں؟ اس لیے کہ بعض اوقات چائے کپ میں نہیں، تعلق میں ہوتی ہے۔ اس چائے میں محبت، خلوص اور اپنائیت کی جو حرارت تھی، وہ برسوں بعد آج بھی محسوس ہوتی ہے۔ یہی حافظ عاکف سعید کی شخصیت کا کمال ہے۔ وہ ایک منصب دار سے پہلے انسان تھے۔ اسی لیے ان کے پاس بیٹھنے والا خود کو ان سے چھوٹا محسوس نہیں کرتا تھا!

امارت اور دعوت کا سفر

جب محترم حافظ عاکف سعید نے تنظیم اسلامی کی امارت سنبھالی تو اُن کی شخصیت کا ایک دوسرا پہلو بھی پوری طرح سامنے آیا۔ تقریباً اٹھارہ سال وہ تنظیم اسلامی کے امیر رہے۔ یہ ایک طویل عرصہ تھا۔ اس دوران انہوں نے تنظیم کے پیغام کو پاکستان کے طول و عرض تک پہنچانے اور بیرونِ ملک بھی اس کا تعارف وسیع کرنے کے لیے بھرپور جدوجہد کی۔ تنظیم کے اجتماعات، دورے، خطابات اور دعوتی سرگرمیاں ان کے دورِ امارت میں وسیع پیمانے پر جاری رہیں۔ انہوں نے اپنے والد محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی قائم کردہ دعوتی، تحریکی و انقلابی ذمہ داری کو بطریقِ احسن آگے بڑھایا۔ یہ ان کے لیے ایک منفرد اعزاز بھی ہے کہ تنظیم اسلامی کے بانی، ان کے والد محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے بھی اُن کے ہاتھ پر سمع و طاعت کی بیعت کی ہوئی تھی۔ یہ محض ایک خاندانی نسبت نہیں تھی بلکہ اس میں ایک گہرا تنظیمی اور تربیتی مفہوم بھی پوشیدہ تھا۔ ڈاکٹر صاحبؒ نے انہیں صرف بیٹے کے رشتے سے نہیں بلکہ ایک ذمہ دار رفیقِ تنظیم کی حیثیت سے بھی قبول کیا۔

منصب سے الگ ہوئے، تعلق سے نہیں

اگست 2020ء میں جسمانی عوارض کے باعث محترم

حافظ عاکف سعید نے خود تنظیم کی امارت سے سبک دوشی اختیار کر لی۔ منصب ختم ہو گیا، لیکن اُن کی شخصیت کا اثر اور ان سے محبت کا تعلق ختم نہیں ہوا۔ میرے لیے تو حافظ صاحب آج بھی اسی صبح کے حافظ عاکف سعید ہیں۔ وہی محبت بھرا چہرہ، وہی تپاک، وہی اپنائیت۔ انسان کی اصل عظمت یہی ہے کہ وہ لوگوں کے دل میں عہدے سے نہیں بلکہ اپنے کردار سے جگہ بنائے۔ محترم حافظ عاکف سعید نے میرے دل میں بھی ایسی ہی جگہ بنائی ہوئی ہے۔

کچھ لوگ یاد نہیں آتے، دل میں اترے رہتے ہیں

جب کبھی حافظ صاحب کا ذکر ہوتا ہے تو میرے ذہن میں سب سے پہلے ان کے اہم خطابات یا ان کی طویل تنظیمی خدمات نہیں آتیں۔ مجھے وہ پہلی صبح یاد آتی ہے۔ کبھی کبھی کسی انسان کی پوری شخصیت کو سمجھنے کے لیے ایک واقعہ ہی کافی ہوتا ہے۔ میرے لیے چائے پلانے کا وہ واقعہ محترم حافظ عاکف سعید کی شخصیت کا استعارہ بن گیا ہے۔ وہ بڑے خاندان سے تعلق رکھتے تھے، مگر اس خاندانی نسبت نے انہیں عام آدمی سے دور نہیں کیا۔ وہ امیر تنظیم تھے، مگر امارت نے ان کے اندر سے انسان کو نہیں نکالا۔ وہ ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے صاحب زادے ہیں، مگر اپنی ذات کی پہچان بھی رکھتے ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ لوگوں کے لیے نرم دل رکھنے والے انسان ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے دین کی خدمت کا جو کام لیا، اسے شرف قبولیت عطا فرمائے۔ ان کے جسمانی عوارض کو دور فرما کر انہیں صحت کاملہ، عاجلہ اور مستمرہ عطا فرمائے۔ محترم حافظ صاحب کی عمر، علم اور عمل میں برکت دے۔ آمین یارب العالمین!

اگر کبھی مجھ سے پوچھا جائے کہ: ''حافظ عاکف سعید کی سب سے بڑی خوبی کیا ہے؟'' تو شاید میں کسی طویل فہرست کی طرف نہ جاؤں۔ میں صرف اتنا کہوں گا: ''وہ درد دل رکھنے والے انسان ہیں۔'' ❁❁❁

پریس ریلیز 11 ستمبر 2026ء

شجاع الدین شیخ

مشرقِ وسطیٰ میں پھیلتی جنگ نے پوری دنیا کو ایک بڑے معاشی بحران کے دہانے پر لاکھڑا کیا ہے۔ اسرائیل اور امریکہ مسلم ممالک کو آپس میں لڑا کر گریٹر اسرائیل کے ابلیسی منصوبے کو آگے بڑھا رہے ہیں۔ مسلم ممالک اپنے اصل دشمن یعنی صہیونیوں کے خلاف عملی اقدامات کے لیے متحد ہوں۔

مشرق وسطیٰ میں پھیلتی جنگ نے پوری دنیا کو ایک بڑے معاشی بحران کے دہانے پر لاکھڑا کیا ہے۔ اسرائیل اور امریکہ مسلم ممالک کو آپس میں لڑا کر گریٹر اسرائیل کے ابلیسی منصوبے کو آگے بڑھا رہے ہیں۔ مسلم ممالک اپنے اصل دشمن یعنی صہیونیوں کے خلاف عملی اقدامات کے لیے متحد ہوں۔ ان خیالات کا اظہار تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے ایک بیان میں کیا۔ انہوں نے کہا کہ امریکہ اور ایران کے مابین بڑھتے ہوئے تصادم نے پورے خطے کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ ایک طرف امریکہ ماضی قریب میں کیے گئے تمام وعدوں اور معاہدوں کو سرعام پامال کر کے ایران پر تابڑ توڑ بڑے حملے کر رہا ہے تو دوسری طرف ایران خلیجی ممالک میں امریکی جہازوں سمیت بعض مسلم ممالک میں موجود امریکی اڈوں کے علاوہ شہری تنصیبات پر بھی حملے کر رہا ہے، جن میں نقصان مسلمانوں کا ہی ہو رہا ہے۔ پھر یہ کہ حوثیوں کے سعودی عرب پر جاری حملوں اور علاقے کی بندرگاہوں اور پانی کی اہم ترین گزرگاہوں پر قبضے نے دنیا کو ایک بڑے معاشی بحران کے دہانے پر لاکھڑا کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ امریکہ اور اسرائیل تو چاہتے ہی یہی ہیں کہ مسلم ممالک آپس کی خانہ جنگی میں ملوث رہیں اور کمزور تر ہوتے جائیں۔ پھر یہ کہ اسرائیل چاہتا ہے کہ پاکستان اور ترکیہ کو بھی اس جنگ میں ملوث کیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ مسلم ممالک کو اگر اب بھی سمجھ نہ آئی کہ صہیونی گریٹر اسرائیل کے ابلیسی منصوبے کی تکمیل کے لیے انہیں استعمال کر رہے ہیں تو تباہی سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ ضرورت اس امر کی ہے کہ تمام مسلم ممالک آپس کی جنگ کو روکیں اور مل بیٹھ کر اپنے اصل دشمن یعنی ناجائز صہیونی ریاست اسرائیل کے خلاف عملی اقدامات کرنے کی منصوبہ بندی کریں۔ یقیناً امریکہ ایسا کرنے پر مسلم ممالک کو دھمکیاں بھی دے گا اور نقصان پہنچانے کی کوشش بھی کرے گا، لیکن جب مسلم ممالک اللہ پر بھروسا کرتے ہوئے صہیونیوں، جو مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن ہیں، کے خلاف سیاسی، معاشی اور سفارتی اتحاد قائم کریں گے اور مل کر اس کے خلاف عسکری کارروائیوں کی تیاری شروع کریں گے تو اللہ کی مدد بھی شامل حال ہوگی۔ اسی میں خطے کو دوبارہ امن کا گہوارہ بنانے اور ہماری آخرت کی کامیابی مضمر ہے۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

ہفت روزہ ''ندائے خلافت''

تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب،
ایک علمی، دعوتی اور تربیتی رسالہ!

صرف آپ ہی کے زیرِ مطالعہ کیوں؟

وقت اور حالات کی اشد ضرورت ہے کہ اسے ایک مشن سمجھ کر واعظین و مربیین، تعلیمی اداروں، لائبریریوں، مکتبہ جات اور ہر گھر و فرد اور خاص طور پر الاقرب فالاقرب کی بنیاد پر اپنے دوست احباب اور اعزہ و اقربا تک پہنچانے میں اپنا کردار ادا کریں۔ یہ آپ کے لیے صدقہ جاریہ ہوگا۔ ان شاء اللہ!

دعائے صحت کی اپیل

☆ قرآن اکیڈمی کے کارکن محترم خالد لطیف علیل ہیں۔ برائے بیمار پرسی: 0301-4441698

اللہ تعالیٰ ان کو شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔ قارئین اور رفقاء و احباب سے دعائے صحت کی اپیل کی جاتی ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَذْھِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُکَ شِفَاءً لَّا یُغَادِرُ سَقَمًا

بیت اللہ چیریٹیبل فاؤنڈیشن

قائم شدہ 2025

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بارش اور وضو کے پانی کا موثر استعمال: مسجد عائشہ صدیقہؓ کا مثالی منصوبہ

پانی اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اور ہم نے ہر زندہ چیز پانی سے پیدا کی۔ سورۃ الانبیاء 21:30 الحمدللہ! آپ کی فاؤنڈیشن کی **جامع مسجد عائشہ صدیقہؓ، سمارٹ ٹاؤن لاہور** میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے بارش کے پانی اور وضو کے استعمال شدہ پانی کو محفوظ کر کے ریچارج ویل (Recharge Well) کے ذریعے دوبارہ زمین میں پہنچانے کا کامیاب نظام اکتوبر 2022 سے چل رہا ہے۔ یہ ایک ماحول دوست اور پانی کے تحفظ کا عملی منصوبہ ہے، جس سے پانی ضائع ہونے کے بجائے زیرِ زمین ذخائر میں واپس چلا جاتا ہے۔

بارش کے پانی کی بچت

مسجد کا رقبہ 10 مرلہ/250 مربع گز ہے اور چھت کا رقبہ تقریباً 253 مربع میٹر ہے لاہور میں سالانہ اوسطاً بارش تقریباً 700 ملی میٹر ہوتی ہے بارش ہونے کی صورت میں مسجد عائشہ کی چھت پر سالانہ تقریباً 177,000 لیٹر بارش کا پانی گرتا ہے۔ فلٹریشن اور معمولی ضیاع کے بعد تقریباً 165,000 لیٹر پانی محفوظ کر کے زمین میں واپس پہنچایا جا رہا ہے۔

وضو کے پانی کی بچت

وضو سے استعمال شدہ پانی (ماءِ مستعمل) ہے نجس نہیں ہے۔ مسجد عائشہ میں روزانہ اوسطاً 150 نمازی وضو کے لیے پانی استعمال کرتے ہیں۔ اگر ایک نمازی اوسطاً 3 لیٹر پانی استعمال کرے تو سالانہ 164,250 لیٹر بنتا ہے۔ یہ تمام پانی ضائع کرنے کے بجائے مناسب صفائی و فلٹریشن کے بعد ریچارج ویل کے ذریعے زمین میں واپس پہنچایا جاتا ہے۔ مجموعی طور پر تقریباً ***ساڑھے تین لاکھ لیٹر*** پانی ہر سال زیرِ زمین واپس پہنچایا جا رہا ہے۔

فکرِ آخرت، پانی کی نعمت اور ہماری ذمہ داری

اللہ رب العزت سورہ مریم آیت نمبر 95 میں فرماتے ہیں وَكُلُّهُمْ آتِيهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَرْدًا اور ان میں سے ہر ایک قیامت کے دن اس کے پاس اکیلا آنے والا ہے۔ دنیا میں ہم پر رب کی بے شمار نعمتیں ہیں یوم حساب رب کی نعمتوں کا حساب دینا پڑے گا انہی میں سے ایک بہت بڑی نعمت پانی بھی ہمارے پاس رب کی امانت ہے اس کا بھی حساب ہمیں اپنے اللہ کو دینا ہے۔ پاکستان کی پہلی اقتصادی مردم شماری 2023 کے مطابق پاکستان میں تقریباً 6 لاکھ (600,000) مساجد موجود ہیں۔ اگر پاکستان کی 10 مرلہ/250 مربع گز کے سائز کی صرف 10,000 مساجد ایسا نظام اختیار کر لیں تو ہر سال تقریباً ***ساڑھے تین ارب لیٹر*** سے زائد پانی زمین میں واپس پہنچایا جا سکتا ہے۔ اگر دینی مدارس، اسکول و کالج، یونیورسٹیوں، تجارتی مراکز، شاپنگ مالز، فیکٹریوں، نجی و سرکاری عمارتوں، اور گھروں میں بھی یہ نظام رائج ہو جائے تو پاکستان میں سیلاب کی تباہ کاریوں سے ممکنہ طور پر اور مستقبل کے پانی کے بحران سے بچا جا سکتا ہے۔ **آیئے ہم سے ہر شخص کم از کم ایک مسجد میں اس منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش اور ارادہ کرلے۔**

پانی بچایئے، زمین کو زندہ رکھیئے، اور آنے والی نسلوں کا مستقبل محفوظ بنایئے

اہم بات اس منصوبے میں تکنیکی رہنمائی حاصل کرنے کے لیئے ہم سے بذریعہ ای میل یا واٹس ایپ پر رابطہ کریں

اس فاؤنڈیشن کا قیام کمپنیز ایکٹ 2017 سیکشن 42 کے تحت غیر منافع بخش منظور شدہ ادارہ عمل میں لایا گیا ہے لائسنس نمبر 0299500

پنجاب چیریٹی کمیشن گورنمنٹ آف پنجاب سے منظور شدہ ادارہ رجسٹریشن نمبر PB848541301934400 نیشنل انکم ٹیکس نمبر G 988546

مرکزی دفتر جامع مسجد عائشہؓ سمارٹ ٹاؤن، نزد ای 5 بلاک، انجینئرز ٹاؤن، سیکٹر اے، ڈیفنس روڈ لاہور

baitullah.foundation11@gmail.com | 0317 4630894

......تو ہے جاہل اجہل

عامرہ احسان
amlra.pk@gmail.com

اسرائیل اندھا دھند 'گریٹر اسرائیل' ایجنڈے پر جاری وساری ہے۔ امریکہ، ایران جنگ دنیا کا دھیان یوں بنائے ہوئے ہے کہ اچانک کسی بڑے اسرائیلی اعلان یا اقدام پر پلٹ کر فلسطین پر متوجہ ہوتی ہے ورنہ بھول بیٹھی ہے۔ وہ مسلسل مسجد اقصیٰ کی بے حرمتی، یہودی قبضے میں دے کر ہی رہا ہوتا ہے۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ قانوناً مسلمانوں پر پابندی عائد کر کے یہودی عبادات کے لیے مختص کرنا، طے شدہ بین الاقوامی قوانین کی خلاف ورزی ہے۔ مگر بھاری جنگی جرائم کے عادی اسرائیل کے نزدیک ہر جرم (انبیاء کے فخریہ قتل کرنے والوں کے ہاں) ناک پر بیٹھی مکھی کی طرح اُڑا دیا جاتا ہے۔ 'بھیا ہوا کوتوال تو اب ڈر کاہے کا'..... کے مصداق امریکہ چیف کوتوال گلوب، چھوٹا بھائی ہے اسرائیل کا۔ چھوٹا اس لیے کہ امریکہ کے بھی اسرائیل کے آگے پر جلتے ہیں۔ ورنہ آج عالمی عدالتِ انصاف کے وارنٹ کارگر ہو گئے ہوتے۔

اب پوری روایتی 78 سالہ ڈھٹائی بروئے کار لاتے اسرائیلی وزیر دفاع، کاٹز اور سیکورٹی وزیر اتمار بن گویر نے 7 سالوں میں 19 لاکھ فلسطینیوں کو غزہ سے بتدریج نکالنے کا پلان ظاہر کیا ہے۔ صرف امریکہ کی اجازت درکار ہے۔ مغربی کنارے سے یہودی مسلسل فلسطینی نکال باہر کر رہے ہیں۔ امریکی کانگریس کے ڈیموکریٹ ارکان نے جس کا شدید نوٹس لے کر خط لکھا۔ اس تازہ اعلان پر آٹھ بڑے مسلم ممالک کے وزرائے خارجہ نے شدید غم وغصے کا اظہار کرتے، پلان رد کیا۔ یو این سیکورٹی کونسل سے اس ضمن میں اپنے فرائض ادا کرنے کو کہا۔ اپنے عزم کا اظہار کیا کہ فلسطینی قوم کے مفاد کے خلاف اُٹھائے جانے والے ہر اقدام کو رد کیا جائے گا۔ لیکن کیا دنیا بھر کے عوام کو یہ دیکھتے اب سالہا سال سے واضح نہیں ہو چکا کہ 'یہ کر دیں گے، وہ کر دیں گے...' کہنے کے وقتی دعوے بہلاوے کے سوا کچھ نہیں ہوتے۔ میڈیا سے خبریں اوجھل ہوتے ہی ملکی، بین الاقوامی ہر سطح پر بڑوں کے مفادات حاوی رہتے ہیں۔ عام انسانوں، چھوٹی قوموں پر ظلم کے ہمہ نوع کوڑے برستے رہتے ہیں۔ غزہ، مغربی کنارہ اور مشرقی یروشلم سرزمین فلسطین کے جغرافیے کا ناقابلِ تنسیخ حصہ ہیں۔ مگر صرف بیانات اور کاغذوں پر!

موسمیاتی تبدیلی، بحران پر دنیا میں کئی دہائیوں سے چیخ و پکار جاری تھی۔ اس میں گلوبل وارمنگ، زمینی درجہ حرارت کے مسلسل بڑھنے پر متوجہ کیا جاتا رہا۔ مگر اس کی وجوہات میں زراعتی، صنعتی و دیگر اسباب گنوا کر جنگوں میں استعمال کردہ ہلاکت خیز بارود، فاسفورس، یورینیم اجزاء سے صرفِ نظر کیا جاتا۔ جواب مجبوراً شامل کرنا پڑا ہے آلودگی کی جھوٹ سے آلودہ کتب و مطالعاتی مواد میں۔ افغانستان اور عراق جنگوں کے مقاصد میں سے ایک ان کا اپنی 'فائر پاور' (جنگی قوت) ٹسٹ کرنا شامل تھا۔ کہا گیا کہ: 'ہم نے ہر قسم کے ہتھیار تیار کر رکھے ہیں۔ ہم انہیں استعمال کریں گے۔ اگر وہ کامیاب ہو جائیں اور ان کے بارے پتہ نہ چلے تو خاموشی بہتر ہے'۔ اس وقت میڈیا ان کی مٹھی میں تھا۔ 1991ء کی جنگ خلیج میں 40 ٹن ڈی پلیٹڈ یورینیم عراق پر برسایا تھا جس کے نتائج میں کینسر میں 700 فی صد اضافہ ہوا۔ جھوٹ کی بنیاد پر عراق کے WMD (وسیع تباہی پھیلانے کے ہتھیاروں) کو تباہ کرنے کی آڑ میں 20 دن میں 200 ملین پاؤنڈ بم گرائے! اس وقت کس بے حسی اور بے دردی سے میڈیا رپورٹ کرتا تھا۔ راجر موسے، بی بی سی وی نیوز کی ای میل لیک ہوئی: 'بی بی سی جنگ کو ریج غیر معمولی ہے۔ یہ بالکل ورلڈ کپ فٹ بال کا سا محسوس ہوتا ہے جب آپ ام قصر سے ایک جنگ کے کسی دوسرے 'تھیٹر' میں جاتے ہیں اور آپ جنگوں مابین گھوم رہے ہیں'۔ یہ تو غزہ میں الجزیرہ و دیگر فلسطینی صحافیوں نے جانوں پر کھیل کر حقائق دنیا تک پہنچائے تو پہلی مرتبہ اسرائیل، امریکہ اور 'جنگی تھیٹر' سجانے والوں کے حقیقی چہرے سامنے آئے۔

اب زمین، آسمان بھی ردعمل دینے پر تل گئے ہیں۔ دنیا میں 2 ارب مسلمان اور 7 ارب انسانی آبادی کھجور کی گٹھلی برابر بھیا تک بلا اسرائیل کو لگام نہ دے سکی؟ تمام ادارے، بین الاقوامی قوانین، عدالتیں لکھو کھا رپورٹیں لکھتے، کمیٹیاں بناتے، تنخواہیں، مشاہرے بھاری بھر کم بٹورتے ظلم کے ہاتھ توڑ نہ سکے؟ یادش بخیر کے لہرا لہرا کر اپنے دورِ وزارتِ اعلیٰ میں شہباز شریف: ع 'اس نظامِ زر کو اب برباد ہونا چاہیے'۔ پورے جوش و جذبے سے للکارا کرتے۔

ظلم بچے جن رہا ہے کوچہ و بازار میں
عدل کو بھی صاحبِ اولاد ہونا چاہیے

ہمارے یہ کہتے کہتے کہ تری آواز مکے اور مدینے! اب یہ آواز مکہ پہنچ کر 'مکہ پیکٹ' بن گئی۔ اسی کے تحت وہ خود وزیر اعلیٰ سے وزیر اعظم بلکہ بین الاقوامی ثالث ہو گئے! المیہ صرف یہ ہے کہ ظلم اتنا بے پناہ بڑھا اور اور پھیلا بچے جنتا گیا، کہ عدل تو عنقا ہو گیا دنیا بھر سے۔ خود پاکستان میں عدل زبردست مراعاتی پیکجوں والی عدلیہ کا نام ہے۔ ورنہ باقی کام جا بجا؟ ملزم گولیوں سے خود بخود اڑ جاتے ہیں۔ پولیس دم بخود رپورٹ دیتی ہے کہ وہ آپس ہی میں گولیوں کے تبادلے میں مارے گئے۔ اعلیٰ ذمہ داران کے پاس فرصت کہاں!

خود اسلام آباد میں لاقانونیت کا وہ عالم ہے کہ چور دندناتے پھرتے ہیں۔ پے در پے وارداتیں۔ گاڑیاں، اے سی، سولر پینل کی قیمتی تاروں، ایمن! مختلف سیکٹروں میں یہ سب ہو رہا ہے۔ متاثرین ایف آئی آر کٹوانے گئے تو یہ تاکید کی گئی کہ آپ کڑی سیکورٹی، نگرانی کا ذاتی بندوبست بھی کر لیں۔ زیادہ تر نے حقائق جانتے ہوئے رپورٹ درج نہ کروائی۔ پولیس بے چاری کہاں کہاں جائے! اب ملک بہت سے مزید انتظامی یونٹوں میں تبدیل ہو رہا ہے۔ تبدیلی کا یہ آپریشن بھی وقت طلب اور دقت طلب ہے۔ عوام اپنے سارے انتظام خود سنبھالیں۔ اب بے شمار سطحوں کی حکومتیں اور ڈھیروں کرسیاں ہوں گی۔ اتنے افسروں میں متعلقہ افسر ڈھونڈنا بھوسے سے سوئی تلاش کرنے کے برابر ہوگا۔ سو معصوم حکومتوں اور افسروں کو نہ ستائیں۔ امریکہ ایران جنگ سے امارات کی مخدوش معیشت کے پیشِ نظر بے چاروں کو جائیدادوں، اثاثوں کی تنگی کی پسوڑی پڑی ہے!

پھر کا سبق یہ بھی ہے کہ پرانے طریقے بحال کریں۔ بچے گھروں میں پیدا ہوا کرتے تھے تو محفوظ تھے اتنی انکوائریوں، کمیٹیوں، رپورٹوں کی نوبت نہیں آتی تھی۔ 12 ربیع الاول کو جب ملک میں چراغاں ہوا، خوشی میں گولے داغے گئے، قوم کس اذیت سے دوچار ہوگئی۔

ہمہ نوع ظلم واذیت پر چہار جانب اللہ کی ناراضی اور غضب کے اسباب لا متناہی ہیں۔ موسم کو زا بن کر برسنا شروع ہو گیا۔ وجوہات میں جھوٹ اور ظلم کی جنگیں سرفہرست نظر آتی ہیں۔ بدعنوانی، رشوت ستانی، بے حیائی، فحاشی، سود، جواد (جو ظلم کی مالی صورتیں ہیں)۔ یہ دور قطعہ ہائے زمین پر قبضوں کے بھاری گناہ کا ہے۔ وراثت، جائیدادوں، پراپرٹی ڈیلنگ میں شہروں سے نکل کر ملکوں تک بات جا پہنچی۔ قبضوں کا چلن گلوبل ہو گیا۔ ٹرمپ نے کینیڈا کی اونٹاریو جھیل امریکہ کے نام وائٹ ہاؤس میں بیٹھے بیٹھے لگا دی! مغربی ممالک کی اٹھان ہی بین الاقوامی قبضوں پر ہوئی ہے۔ ہمارے ہاں غصب کی حرمت دیکھیے: 'سنو! ظلم نہ کرو۔ خبردار کسی آدمی کا مال جائز نہیں ہے مگر اس وقت جب صاحب مال اپنی خوشی سے دے۔' (بیہقی) نیز آپ ﷺ نے فرمایا: 'جو شخص کسی کی بالشت بھر زمین ظلماً (زبردستی) ہتھیا لے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سات زمینوں کا طوق اُس کی گردن میں ڈالے گا'۔
(بخاری ومسلم)

زلزلوں نے پہلے جابجا دنیا ہلا ماری۔ اسی دوران بحر الکاہل میں 'ایل نینو' کی تپش نے غیر معمولی گرمی سے پریشان کر ڈالا۔ یورپ میں گرمی کی لہر نے ہوش اڑا دیئے۔ طغیانیاں، الجیریا میں 190 جگہ آگ بھڑک اٹھنا، انڈونیشیا میں آگ اور آتش فشاں پھٹنا۔ مشرقی چین میں طوفانی بارشوں کی زد سے 6 لاکھ لوگوں کو نکالنا پڑا۔ 2026ء میں 18 ٹائفون اب تک آ چکے۔ جاپان بھی نہ بچا۔ اشیکاوا اور ٹویاما میں ایک لاکھ 80 ہزار افراد خطرے میں گھرے۔ ٹورنٹو، کینیڈا میں ہولناک سیاہ غصیلے بادل گھر گھر کر، طوفان کے ساتھ مل کر درخت اکھاڑتے، اولے برساتے رہے۔ جو پہلے فلیش لائٹ (روشنیاں) جگمگاتی تھیں اب فلیش فلڈ اور پھٹتے بادل دہلاتے ہیں۔

پاکستان کو ہنگامی بنیادوں پر نیپال تجربات کی روشنی میں اپنے بے حد وشمار گلیشیئروں اور ان میں گھری آبادی کی فکر کرنی ہے۔ خطرہ سر پر ہے۔ حکومت یا مسلسل بیرون ملک مصروف ہے یا نئے حکومتی بکھیڑے مول لے رہی ہے۔ پہلے ہی جھگڑوں، فسادوں، بد انتظامیوں کا گھمسان مچا ہے۔ ہم بین الاقوامی ہوئے پڑے ہیں۔ یکسوئی سے ملک میں کاروبارِ زندگی (اپنا نہیں، ہمارا! عوام کا) پر دن رات ایک کریں تو ملک سنبھلے! یہ بھی یاد رکھیے:

چاہے کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو وہ دانشور
اپنے خالق کو نہ جانے تو ہے جاہل، اجہل

❀❀❀

میں ایک نعت کہوں!

نعیم صدیقی مرحوم

ہے مضطرب سی تمنا کہ ایک نعت کہوں!
میں اپنے زخموں کے گلشن سے تازہ پھول چنوں
پھر ان پہ شبنم اشک سحر گہی چھڑکوں
پھر ان سے شعروں کی لڑیاں پروکے نذر کروں
میں ایک نعت کہوں' سوچتا ہوں کیسے کہوں!

کھڑا ہوں صدیوں کی دوری پہ خستہ و حیراں
یہ میرا ٹوٹا ہوا دل' یہ دیدۂ گریاں
یہ منفعل سے ارادے' یہ مضمحل ایماں
یہ اپنی نسبتِ عالی' یہ قسمتِ واژوں
میں ایک نعت کہوں' سوچتا ہوں کیسے کہوں!

یہ تیرے عشق کے دعوے' یہ جذبۂ بیمار
یہ اپنی گرمیٔ گفتار' پستیٔ کردار
رواں زبانوں پہ اشعار' کھو گئی تلوار
حسین لفظوں کے انبار' اڑ گیا مضموں!
میں ایک نعت کہوں' سوچتا ہوں کیسے کہوں!

نہ سامنے کوئی منزل' نہ راستہ معلوم
نہ رہزنوں کی خبر ہے' نہ رہنما معلوم
یہ کیا مقام ہے' اپنا نہیں پتا معلوم
یہ کیا زمین ہے' آخر یہ کون سا گردوں؟
میں ایک نعت کہوں' سوچتا ہوں کیسے کہوں!

چمن کے تاج بھی' غیروں کے ہم غلام رہے
فلک پہ اڑ کے بھی شاہیں اسیر دام رہے
بنے تھے ساقی مگر پھر شکستہ جام رہے
دل و نگاہ پہ طاری فرنگیوں کا فسوں
میں ایک نعت کہوں' سوچتا ہوں کیسے کہوں!

ترے مقام کی عظمت بھلا کے بیٹھے ہیں
ترے پیام کی شمعیں بجھا کے بیٹھے ہیں
ترے نظام کا خاکہ اڑا کے بیٹھے ہیں
ضمیر شرم سے پرداغ' قلب ہے محزوں
میں ایک نعت کہوں' سوچتا ہوں کیسے کہوں!

عقیدتیں ترے ساتھ' اور کافری بھی پسند
قبول نکتۂ توحید' بت گری بھی پسند
ترے عدو کی گلی میں گداگری بھی پسند
نہ کارساز خرد ہے' نہ حشر خیز جنوں
میں ایک نعت کہوں' سوچتا ہوں کیسے کہوں!

یہاں کہاں سے مجھے رفعتِ خیال ملے؟
کہاں سے شعر کو اخلاص کا جمال ملے؟
کہاں سے ''قال'' کو گم گشتہ ''رنگِ حال'' ملے؟
حضورؐ! ایک ہی مصرع یہ ہو سکا موزوں
میں ایک نعت کہوں' سوچتا ہوں کیسے کہوں!

دعوتِ حق کا مشن

محمد حسین

خدائی پیغام رسانی کا کام انسانیت کے آغاز سے لے کر ساتویں صدی عیسوی تک پیغمبروں کے ذریعہ ہوا ہے۔ نبوت کی سطح پر اس کام کی انجام دہی کا فائدہ یہ تھا کہ اسے معجزاتی تائید کی قوت حاصل رہتی تھی۔ نبی جب اپنی قوم کے سامنے اپنی دعوت پیش کرتے تو اس کے ساتھ منجانب اللہ وہ ایسے معجزات پیش کرتے جو ان کی دعوت کی صداقت پر غیر معمولی برہان بن سکیں۔ ختم نبوت کے بعد صورت حال یہ ہوگئی کہ دعوت کی ذمہ داری تو بدستور اپنی پوری شدت کے ساتھ باقی ہے مگر دعوت کے حق میں معجزاتی تائید باقی نہیں رہی۔

حقیقت یہ ہے کہ بعد کو آنے والے داعیوں کے لیے اللہ نے یہ انتظام کیا کہ اس مقصد کے لیے خود انسانی تاریخ کے رخ کو موڑ دیا تاکہ دعوتی مشن کے حق میں وہ تائید ہم کو معمولی حالات میں مل جائے جس کو پچھلے لوگ صرف غیر معمولی حالات میں پانے کی توقع کر سکتے تھے۔ افسوس کہ موجودہ دور میں ہم اس راز کو سمجھ نہ سکے اور اس سے فائدہ اٹھانے میں ناکام رہے۔

قرآن پاک میں شرک کو ظلم عظیم کہا گیا ہے۔ اس کے بالمقابل توحید کی بابت ارشاد ہوا ہے کہ وہی کل صداقت ہے۔ قدیم ترین زمانہ سے انسانی زندگی کا نظام شرک کی بنیاد پر قائم چلا آ رہا تھا۔ اللہ کی طرف سے بھیجے گئے تمام پیغمبر اسی لیے آئے کہ لوگوں کو شرک کی برائیوں سے آگاہ کریں اور توحید کی بنیاد پر زندگی کا نظام قائم کریں تاکہ انسان کے اوپر دنیا اور آخرت کی کامیابیوں کا دروازہ کھل سکے، مگر قوموں نے پیغمبروں کی بات چلنے نہ دی۔ نبی عربی ﷺ پہلے پیغمبر ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کی خصوصی نصرت کے تحت یہ کامیابی حاصل ہوئی کہ انہوں نے شرک کو ختم کر کے توحید کی بنیاد پر ایک مکمل انقلاب برپا کر دیا۔ یہ انقلاب جو ساتویں صدی عیسوی میں ظہور میں آیا اس کے نتائج میں سے ایک نتیجہ یہ تھا کہ اس نے تاریخ انسانی میں پہلی بار مظاہر کائنات کے تقدس کو ختم کر دیا اور انسانیت کے لیے اس مادی نعمت کے ظہور کی راہ ہموار کی جس کو جدید سائنس کہا جاتا ہے۔

تہذیب جدید کے مورخین کے سامنے ایک سوال یہ رہا ہے کہ فطرت کے خزانے اوّل دن سے زمین کے اوپر موجود تھے' انسان کے اندر ضروری ذہنی صلاحیت بھی قدیم ترین زمانہ سے پائی جاتی رہی ہے' پھر اس خزانہ کو انسانی تمدن کے لیے استعمال کرنے میں اتنی دیر کیوں لگی۔ انسان لاکھوں برس سے زمین پر آباد ہے مگر زمین کے قدرتی خزانوں کو موجودہ شکل میں استعمال کرنے کی تاریخ صرف چند سو برس پیچھے تک جاتی ہے۔ مورخ آرنلڈ ٹائن بی نے بجا طور پر اس کا جواب یہ دیا ہے کہ قدیم زمانہ کا انسان زمین کو دیوتا سمجھتا تھا۔ یہاں کی ہر چیز اس کے لیے الٰہ کا درجہ رکھتی تھی۔ وہ ان کو دیکھتا تو ان کے بارے میں اس کے اندر تقدس اور پرستش کا جذبہ پیدا ہوتا تھا۔ اس نفسیاتی فضا میں زمینی ذرائع کو انسانی خدمت کے لیے استعمال کرنے کا جذبہ نہیں ابھر سکتا تھا۔ ٹائن بی کے الفاظ میں یہ توحید کا عقیدہ ہے جس نے کائنات کے تقدس کو ختم کیا اور ہر چیز کو ایک خدا کی مخلوق بتایا۔ اس طرح یہ نفسیاتی فضا پیدا ہوئی جس میں انسان اپنے اس سیارہ کو دیوتا سمجھنے کے بجائے اپنا خادم سمجھے اور اس پر تصرف کر سکے۔

کائناتی تقدس ختم ہونے کا نتیجہ یہ ہوا کہ عالم طبعی کے بارے میں انسان کا نقطہ نظر بدل گیا' انسانی تعلقات کے تمام شعبے بھی اس سے انتہائی گہرائی کے ساتھ متاثر ہوئے۔ مشرکانہ نظام کے تحت جس طرح یہ ہوا تھا کہ طبعی دنیا میں جو چیز زیادہ روشن اور نمایاں نظر آئی اس کو اللہ سمجھ لیا گیا' اسی طرح انسانی عظمتوں کے بارے میں بھی فوق الفطری عقیدے قائم ہو گئے تھے۔ بادشاہ دیوتاؤں کی اولاد قرار پائے۔ مذہبی پیشواؤں کے ساتھ اللہ کا خصوصی رشتہ فرض کر لیا گیا۔ جس انسان کے اندر کوئی بڑائی نظر آئی' اس کے متعلق یقین کر لیا گیا کہ اس کو کوئی خاص آسمانی حیثیت حاصل ہے جو دوسروں کو حاصل نہیں۔

اسلامی انقلاب کے بعد جب شرک کا نظام ٹوٹا اور توحید کو غلبہ حاصل ہوا تو انسانی عظمتوں کو فوق الفطری معتقدات سے وابستہ کرنے کا ذہن بھی ختم ہو گیا۔ اب سارے انسان ایک خدائے برتر کی یکساں مخلوق قرار پائے۔ ایک انسان اور دوسرے انسان میں فرق کرنے کی وہ بنیاد باقی نہ رہی جس کی وجہ سے تاریخ کے نامعلوم زمانوں سے انسانیت اونچ نیچ میں مبتلا چلی آ رہی تھی اور انسان اپنے حقیقی شرف سے محروم تھا۔ پیغمبر اسلام نے توحید کی بنیاد پر جو انقلاب برپا کیا' اس نے اللہ کی برتری اور اس کے مقابلہ میں سارے انسانوں کی یکسانیت اس طرح ثابت کی کہ قدیم روایتی نظام بالکل ٹوٹ کر رہ گیا۔ انسانیت ایک نئے راستہ پر چل پڑی۔ لوگوں کے عقائد بدل گئے۔ پیشوائی اور سرداری کا سابقہ نظام درہم برہم ہو گیا۔ وہ شہنشاہتیں زمیں بوس ہو گئیں جو فوق الفطری عظمتوں کا یقین دلا کر لوگوں کے اوپر حکومت کر رہی تھیں۔ اس طرح تاریخ میں پہلی بار اس تبدیلی کا آغاز ہوا جو ساری دنیا میں ایک نئے دور کا آغاز کا سبب بنی۔

پیغمبر آخرالزماں اور آپؐ کے ساتھیوں کے ذریعہ جو انقلاب برپا کیا گیا وہ اگرچہ اصلاً توحید اور آخرت پر مبنی ایک انقلاب تھا مگر اس نے بہت سے دور رس دنیوی نتائج بھی پیدا کیے۔ آپؐ کے لائے ہوئے انقلاب کے دنیوی نتائج میں سب سے اہم وہ نتائج ہیں جنہوں نے قدیم زمانہ کے سماجی اور اجتماعی نظام کو اس طرح بدل دیا کہ وہ حالات ہی ختم ہو گئے جن میں دعوت حق کا کام ایک انتہائی مشکل کام بن گیا تھا۔ اب دعوت حق کا وہ کام ایک سادہ اور آسان کام بن چکا ہے جس کے لیے اٹھنے والوں کو قدیم زمانہ میں فرعون کے اس چیلنج کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ ”میں تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹ دوں گا اور تم کو سولی پر چڑھا دوں گا“۔ اسی طرح اس انقلاب نے قدیم زمانہ کے اس فکری ڈھانچہ کو بدل دیا' جس نے قیاسات اور توہمات کو علم کا درجہ دے رکھا تھا۔ کائنات میں چھپی ہوئی خدا کی تصدیقی نشانیاں لوگوں کے سامنے آ گئیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دعوت حق کا وہ کام جس کے لیے اس سے پہلے معجزاتی تائید کی ضرورت ہوتی تھی۔ اب ممکن ہو گیا کہ خود علم انسانی کے ذریعہ اس کو ثابت اور مدلل کیا جا سکے۔

تاریخ کا رخ موڑنے کا یہ عمل جو ساتویں صدی عیسوی میں شروع ہوا تھا' موجودہ زمانہ میں وہ اپنی انتہاؤں کو چھو رہا ہے۔ اللہ کے دین کی خاطر کام کرنے والوں کے لیے اب خود انسانی اسلحہ خانہ میں ہر قسم کے تائیدی ذرائع موجود ہیں۔ تمدنی انقلاب نے اب اس کا موقع دے دیا ہے کہ دعوت اسلام کا کام اس طرح کھلے میدان میں کیا جائے' جہاں کوئی فرعون اور کوئی نمرود راستہ روکنے کے لیے موجود نہ ہوں۔ حقائق کی دنیا کے انکشافات اب انسان کے علم میں آ رہے ہیں۔ وہ نہ صرف تمام دوسرے ادیان کو بے اعتبار ثابت کر رہے ہیں بلکہ مثبت طور پر دین حق کی صداقت کی گواہی بھی دے رہے ہیں۔

اسلام کے زیر اثر پیدا شدہ اس انقلاب نے جدید دنیا میں اسلام کی توسیع و اشاعت کے نئے دروازے کھول دیے۔ ایک طرف یہ ممکن ہو گیا کہ توحید کی پیغام رسانی کے کام کو نہایت قوت کے ساتھ بالکل آزادانہ ماحول میں شروع کیا جا سکے۔ دوسری طرف پریس اور جدید ذرائع ابلاغ نے تاریخ میں پہلی بار یہ امکان پیدا کیا کہ اسلامی

دعوت کی مہم کو عالمی سطح پر منظم کیا جا سکے مگر عین اس وقت ایک حادثہ پیش آیا۔ موجودہ زمانہ میں اسلام کے نام پر اٹھنے والی تحریکوں نے دعوت کے بجائے سیاست کا رخ کر لیا۔ وقت کے حکمرانوں سے ٹکرا کر انہوں نے اپنے لیے نئے عنوان سے دوبارہ وہی مشکلات پیدا کر لیں جن کو اسلام کے ہزار سالہ عمل نے ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا تھا۔

اسلام کی تاریخ میں کوئی واقعہ اتنا المناک نہیں جتنا یہ ہے کہ موجودہ زمانہ میں اٹھنے والی تقریباً تمام اسلامی تحریکوں نے سیاسی محاذ آرائی کو کام سمجھا اور ٹھیک اس وقت جب تاریخ کا عمل اپنی آخری انتہا کو پہنچ کر ہمارے لیے دعوتی کام کا عالی شان میدان کھول رہا تھا' ہم انتہائی نادانی کے ساتھ ایک ایسی سیاسی لڑائی میں مشغول ہو گئے اور غلبہ واقامت دین کے لیے ہمہ گیر دعوت و تحریک کی ضرورت واہمیت کو بھلا بیٹھے۔ اب اس غلطی کی واحد تلافی یہ ہے کہ مروجہ سیاست بازی کو مکمل طور پر ترک کر کے اعلیٰ علمی سطح پر اور اس کے ساتھ ساتھ عوامی سطح پر قرآن وسنت کے پیغام کو پہنچانے کا کام فوراً شروع کر دیا جائے' ساتھ ہی ساتھ برسر اقتدار طبقے کے خلاف شریعت کاموں پر راہ نمائی کا فریضہ انجام دیا جائے۔ اس سے عوام الناس میں نظام خلافت کی ضرورت اور قدر و قیمت کا شعور پیدا ہوگا اور اس کے قیام کی راہ ہموار ہو سکے گی۔

❀❀❀

گوشہ خواتین

زوال کی انتہا اور نجات کا راستہ

محترمہ عارفہ خان کوئٹہ

1924ء میں خلافت عثمانیہ کے زوال کے بعد ملت اسلامیہ الطاف حسین حالی کے ان اشعار کی منہ بولتی تصویر نظر آتی ہے۔

پستی کا کوئی حد سے گزرنا دیکھے
اسلام کا گر کر نہ ابھرنا دیکھے
مانے نہ کبھی کہ مد ہے ہر جذر کے بعد
دریا کا ہمارے جو اترنا دیکھے

خلافت کے خاتمے کے بعد پوری امت بتدریج ستاون ملکوں میں بٹ گئی جس نے امت کے تصور کو دھندلا کر قوم پرستی کے چہرے کو نمایاں کیا۔ اب ہر شخص کا مرنا جینا اس کے وطن کے لیے ہے۔ کوئی فلسطین کی آزادی کے لیے گردنیں کٹا رہا ہے تو کوئی ایران کی عظیم تہذیب اور سلطنت کا جھنڈا اٹھائے امریکہ سے نبرد آزما ہے لیکن ساتھ ہی عرب ممالک کو بھی زیر کرنے کی خواہش رکھتا ہے۔ دشمن لڑاؤ اور حکومت کرو کی پالیسی پر عمل پیرا ہے اور پوری امت لہو میں ڈوبی اسی عطار کے لونڈے سے دوا لینے پر مجبور ہے۔ اس ذلت کی وہی ایک وجہ ؎

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے آدمی کو دیتا ہے نجات

وہ ایک سجدہ پوری امت کے لیے بہت بھاری ہو چکا ہے جس کی وجہ سرکار دو عالم ﷺ نے ایک حدیث میں بیان فرما دی تھی کہ ایک وقت ایسا آئے گا جب قومیں تم پر اس طرح ٹوٹ پڑیں گی جیسے کھانے کے دسترخوان پر مہمان ٹوٹ پڑتے ہیں صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم اس وقت تعداد میں کم ہوں گے فرمایا نہیں تعداد بہت ہوگی لیکن 'وہن' کی بیماری میں مبتلا ہوں گے پوچھا گیا اے اللہ کے رسول ﷺ وہن کیا ہے؟ فرمایا: "دنیا کی محبت اور موت سے نفرت" کی اصل وجہ ایمان کی وہ کمزوری ہے جو موروثی عقیدے سے زیادہ کچھ بھی نہیں۔ حقیقی ایمان سے خالی دل قرآن کی اصل تعلیم سے بے بہرہ ہوتے ہیں۔ مغربی فلسفے پر ایمان کی بنیاد کہ اللہ کو مانو لیکن اللہ کی نہ مانو ایسے ایمان کی بنیاد پر عروج تو نہیں زوال ہی مقدر ٹھہرے گا۔ عذاب کے کوڑے ہم پر اسی طرح برستے رہیں گے جب اپنی منزل ہی معلوم نہ ہو تو قدم غلط جگہ ہی پڑیں گے۔

امت کی عظیم اکثریت کو علم ہی نہیں کہ نظام کس شے کا نام ہے اور اسے کیسے تبدیل کرتا ہے۔ دور غلامی میں آنکھ کھولنے والی اُمت مسلمہ غلامانہ ذہنیت سے نکلنے کو تیار ہی نہیں۔ اسے اس فرسودہ اور کرپٹ نظام کی تباہ کاریوں کا علم ہی نہیں وہ تو مغرب کے نظام کو ہی نجات اور ترقی کا ذریعہ سمجھتی ہے۔ اسلام کے نظام عدل اجتماعی کی برکات کا اسے علم ہی نہیں ان حالات میں جب امت مسلمہ کی عظیم اکثریت میں غلط اور صحیح کا شعور ہی نہیں تو زوال سے عروج کا سفر کیسے طے کیا جا سکتا ہے۔ حکومتیں عوام کے اس جاہلانہ طرز عمل سے فائدہ اٹھا کر اسٹیٹس کو کی پالیسی پر عمل پیرا ہیں اور امت کا زوال انتہا کو پہنچتا جا رہا ہے۔ کبھی کسی حکومتی اہلکار کا ضمیر کچھ وقت کے لیے بیدار ہوتا ہے اور وہ نظام کے ناکام ہونے کا اعتراف تو کرتا ہے لیکن یہ اسے نہ تو استعفیٰ دینے پر مجبور کرتا ہے اور نہ اصلاح احوال کی طرف توجہ دینے پر آمادہ کرتا ہے بلکہ وہ اسی نظام میں رہتے ہوئے اور اسی نظام سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک بیان جاری کر دیتا ہے اور پھر اسی راہ کا مسافر بن کر تباہی کی منزل کی طرف رخ پھیر لیتا ہے۔ لیکن مقام عبرت تو وہ لمحہ ہے جب اسمبلی کا ایک غیر مسلم رکن اس بات کی طرف توجہ دلاتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے خلاف جنگ جاری رکھ کر معیشت کی بحالی کسی دیوانے کا خواب معلوم ہوتی ہے، بجٹ کا کثیر حصہ سود کی ادائیگی میں چلا جاتا ہے اور وہ بھی اندرونی قرضوں کی مد میں۔ اور شراب پر پابندی کا بل بھی ایک غیر مسلم ہی پیش کرتا نظر آتا ہے جب کہ مسلمان اراکین اس کی مخالفت کرتے نظر آتے ہیں۔

؏ ''کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں۔

غرض پوری امت کے عوام اور حکومتیں ایک ہی کشتی میں سوار ہو کر اسی کے پیندے میں سوراخ کر کے اسے ڈبونے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔ نماز روزہ ادا کر کے امت کی خوشحالی کے خواب دیکھے جا رہے اور اگرچہ نماز اور روزہ اہم عبادات ہیں مگر اجتماعی سطح پر قوم کے کرتوتوں کے نتیجے میں خوشحالی نہیں اللہ کے عذاب کے آثار نمایاں ہوتے جا رہے ہیں۔ اس پستی کے دور میں یوم استحصال کشمیر ہو یا یوم آزادی پاکستان سب کچھ نعروں دعوں کے سوا کچھ نہیں۔ کشمیر سے لے کر بلوچستان تک اور خیبر پختونخوا سے لے کر سندھ تک سب نامعلوم افراد کی آماجگاہ بنے ہوئے ہیں۔ سب سے سستا خون، خون مسلم ہے جو بے دریغ بہہ رہا ہے تمام راستے بند نظر آ رہے ہیں۔ نجات کا واحد راستہ قرآن سے جڑ جانا ہے جو حقیقی ایمان کا تقاضا کر رہا ہے ہر شخص سچی توبہ کر کے قرآن کو اپنا امام بنا کر پورا نظام زندگی اسی کے مطابق اختیار کرے تاکہ دنیا اور آخرت کی کامیابیاں حاصل ہو سکیں۔

❀❀❀

کسی کو کمتر نہ جانو......

حسیب آصف شیخ (مرکزی شعبہ نشر و اشاعت)

ایک خوبصورت اور شاداب وادی کے دامن میں ایک چھوٹا سا قصبہ ''روشن پور'' واقع تھا۔ یہ قصبہ اپنی سادگی اور پُرسکون ماحول کی وجہ سے جانا جاتا تھا۔ اسی قصبے کے ایک چھوٹے سے گھر میں نو سالہ ظہیر اپنے والدین اور دادی کے ساتھ رہتا تھا جو عام بچوں سے ذرا مختلف تھا۔ جہاں قصبے کے دوسرے بچے شام ہوتے ہی کرکٹ کھیلنے یا ویڈیو گیمز میں وقت گزارنے کو ترجیح دیتے تھے، وہیں ظہیر اپنے کمرے کے ایک خاص کونے میں بیٹھا کچھ نہ کچھ بنانے یا جوڑنے میں مصروف رہتا۔ اُس کے کمرے کا وہ کونہ کسی چھوٹے سے گودام جیسا لگتا تھا، جہاں پرانے کھلونوں کے کٹے پھٹے پرزے، لوہے کے چھوٹے تار، پلاسٹک کی خالی بوتلیں، بیٹریاں اور ڈبے بکھرے رہتے تھے۔ ظہیر کو خراب اور فالتو چیزوں کو توڑ کر اُن سے کوئی نئی اور کام کی شے بنانے کا ایک عجیب سا جنون تھا۔ لیکن اُس کا یہ شوق قصبے کے دوسرے بچوں کی نظر میں ایک فضول کام تھا۔ گلی کے بچے اکثر اُس کا مذاق اُڑاتے اور جب بھی وہ اُسے گلی سے گزرتے دیکھتے تو آوازیں کستے: ''دیکھو! روشن پور کا کباڑی آ گیا! یا ظہیر! آج کچرے سے کیا نیا خزانہ ملا ہے؟''

ظہیر کو ان کی باتیں سن کر دکھ تو ہوتا، لیکن وہ کبھی جواب میں لڑتا نہیں تھا۔ اس کی دادی جان ہمیشہ اُسے پیار سے سمجھاتی تھیں، ''بیٹا! لوگ تمہاری بات تب تک نہیں سمجھیں گے جب تک تم اپنے فن سے اُن کی زندگی میں کوئی روشنی نہیں لے آتے۔ لوگوں کی باتوں پر دل چھوٹا نہیں کرتے، بلکہ اپنے کام پر توجہ دیتے ہیں۔'' دادی کی یہ بات اُس کے دل میں اتر گئی تھی۔

ایک دن روشن پور کے سب سے بڑے اسکول کی جانب سے پورے قصبے کے بچوں کے لیے ایک عظیم الشان ''سائنس اور آرٹ نمائش'' کا اعلان کیا گیا۔ نمائش کا مقصد بچوں کی تخلیقی صلاحیتوں کو سامنے لانا تھا۔ پورے قصبے کے بچوں میں ایک جوش و خروش کی لہر دوڑ گئی۔ ہر کوئی اس نمائش میں حصہ لے کر پہلا انعام جیتنا چاہتا تھا۔ قصبے کے امیر اور خوشحال گھرانوں کے بچوں نے فوراً شہر کے بڑے بڑے مالز کا رُخ کیا۔ کسی نے چمکدار ریموٹ کنٹرول کار خریدی، کسی نے بازار سے پہلے سے بنا ہوا روبوٹ خریدا، تو کسی نے مہنگے ویڈیو پروجیکٹر کا انتظام کیا۔ پرویز، جو گلی کے بچوں کا سرغنہ تھا اور ظہیر کا سب سے زیادہ مذاق اُڑاتا تھا، نے اپنے والد سے ایک بہت مہنگا اور جدید ترین ڈرون کیمرہ منگوایا تاکہ وہ نمائش میں سب کو متاثر کر سکے۔

ظہیر نے بھی نمائش میں حصہ لینے کا فارم بھر دیا۔ لیکن اس کے پاس بازار سے مہنگی چیزیں خریدنے کے لیے پیسے نہیں تھے۔ جب پرویز کو پتہ چلا کہ ظہیر بھی مقابلے میں شامل ہے تو اُس نے ہنستے ہوئے کہا، ''ظہیر! کیا تم نمائش کے ججوں کو اپنا پرانا کچرا دکھا کر انعام جیتنے کا سوچ رہے ہو؟''

ظہیر نے پرویز کی بات پر مسکرا کر بس اتنا کہا، ''پرویز! چیز کی اہمیت اُس کی قیمت سے نہیں، بلکہ اس کو بنانے میں لگی محنت اور سوچ سے ہوتی ہے۔''

نمائش میں صرف ایک ہفتہ باقی تھا۔ ظہیر نے اپنے ذہن میں ایک خاکہ تیار کیا۔ قصبے میں اکثر رات کے وقت بجلی چلی جاتی تھی اور خاص طور پر غریب محلے کے بچوں کو موم بتی کی روشنی میں پڑھنا پڑتا تھا جس سے اُن کی آنکھیں خراب ہوتی تھیں۔ ظہیر نے فیصلہ کیا کہ وہ ایک ایسا آلہ بنائے گا جو بغیر بجلی کے چلے اور روشنی کے ساتھ ساتھ گرمی میں ہوا بھی دے۔ اُس نے پورے ایک ہفتے تک رات دن محنت کی۔ محلے کی پرانی دکانوں سے پھینکے ہوئے پلاسٹک کے ڈبے، موٹر سائیکل کی پرانی دکان سے چند پرزے، ایک ٹوٹا ہوا سولر پینل، اور پرانی ٹارچ کے ایل ای ڈی بلب جمع کیے۔ اُس کا پورا کمرہ ایک چھوٹی لیبارٹری بن چکا تھا۔ کئی بار اُس کے ہاتھ پر چوٹ لگی، کئی بار موٹر نے کام کرنا بند کر دیا اور وہ مایوس ہوا، لیکن اُس نے ہمت نہ ہاری۔ وہ اپنی دادی جان کی نصیحت کو یاد رکھتا اور دوبارہ کام میں لگ جاتا۔

بالآخر نمائش سے ایک دن پہلے، اس نے اپنا پروجیکٹ تیار کر لیا۔ یہ ایک چھوٹا سا ''ملٹی پرپز سولر لیمپ اور پنکھا'' تھا۔ یہ نچلی سطح پر پڑے کچرے سے بنا تھا لیکن کام بالکل جدید ترین آلے کی طرح کرتا تھا۔ سورج کی روشنی سے اُس کی بیٹری چارج ہوتی تھی، جس سے رات کو تیز روشنی والا لیمپ جلتا اور ساتھ ہی ایک چھوٹا پنکھا بھی چلتا تھا جو بالکل بھی آواز نہیں کرتا تھا۔ نمائش کا دن آ پہنچا۔ ہال کو دلہن کی طرح سجایا گیا تھا۔ بڑے بڑے بینرز لگے تھے اور قصبے کے معززین، اسکول کے اساتذہ اور تمام والدین ہال میں موجود تھے۔ تمام بچوں نے اپنے اپنے اسٹال لگا رکھے تھے۔ پرویز کے اسٹال پر لوگوں کا بڑا ہجوم تھا کیونکہ اُس کا ڈرون ہوا میں اُڑ رہا تھا اور سکرین پر ویڈیو بنا رہا تھا۔ دوسرے بچوں نے بھی بازار سے خریدی ہوئی خوبصورت اور چمکدار چیزیں سجائی ہوئی تھیں۔ ان سب کے درمیان، ظہیر کا اسٹال بہت سادہ تھا۔ اس کے میز پر پرانے پلاسٹک اور گتے سے بنا ہوا ایک عجیب سا آلہ رکھا تھا۔ بچے اُس کے اسٹال کے پاس سے گزرتے اور ہنس کر آگے بڑھ جاتے۔ دوپہر کے وقت مقابلے کے ججوں کی ٹیم ہال میں آئی۔ ججوں میں شہر کے ایک معروف سائنسدان اور اسکول کے پرنسپل شامل تھے۔ وہ باری باری تمام بچوں کے اسٹالز کا معائنہ کر رہے تھے۔ جب وہ پرویز کے اسٹال پر پہنچے تو پرویز نے غرور سے اپنا ڈرون چلا کر دکھایا۔ لیکن بدقسمتی سے، کچھ ہی دیر میں ڈرون کی بیٹری ختم ہو گئی اور وہ نیچے گر گیا۔ جب ججوں نے پرویز سے پوچھا کہ ''کیا تم نے یہ خود بنایا ہے؟'' تو پرویز کا چہرہ فق ہو گیا اور اُسے ماننا پڑا کہ یہ بازار سے خریدا گیا ہے۔ ججوں نے خاموشی سے اپنے پیڈ پر کچھ لکھا اور آگے بڑھ گئے۔ آخر میں ججوں کی ٹیم ظہیر کے سادہ سے اسٹال پر پہنچی۔ پرنسپل صاحب نے مسکرا کر پوچھا: ''بچے! آپ نے کیا بنایا ہے اور اس میں کون سی جدید ٹیکنالوجی استعمال کی ہے؟'' ظہیر نے بغیر کسی جھجک یا ڈر کے، بہت اعتماد کے ساتھ جواب دیا: سر! یہ سولر روشنی اور ہوا کا آلہ ہے۔ اسے بنانے کے لیے میں نے کوئی جدید یا مہنگی ٹیکنالوجی نہیں خریدی، بلکہ قصبے کے اس کچرے کو استعمال کیا ہے جسے لوگ ضائع کر دیتے ہیں۔ ظہیر نے آلے کا سوئچ آن کیا۔ سولر پینل سے منسلک چھوٹی بیٹری نے فوراً کام شروع کر دیا۔ پرانے ایل ای ڈی بلب سے اتنی تیز روشنی نکلی کہ ہال کا وہ کونہ جگمگا اٹھا، اور ساتھ ہی لگا ہوا چھوٹا پنکھا تیز ہوا دینے لگا۔

ظہیر نے آگے بات جاری رکھی: ''ہمارے قصبے

کے غریب محلے میں رات کو جب بجلی جاتی ہے تو بچوں کی پڑھائی رک جاتی ہے۔ یہ آلہ دن بھر سورج کی مفت روشنی سے چارج ہوتا ہے اور رات کو بغیر کسی خرچے کے بچوں کو روشنی اور ہوا دیتا ہے۔ اسے بنانے پر میرا ایک روپیہ بھی خرچ نہیں ہوا کیونکہ یہ سب ضائع شدہ چیزوں سے بنا ہے۔''

سائنسدان جج ظہیر کی بات سُن کر حیران رہ گئے۔ انہوں نے آلے کو قریب سے دیکھا، اس کی تاروں کے جوڑ اور وائرنگ کو پرکھا۔ وہ ظہیر کی اس چھوٹی سی عمر میں اتنی بڑی سوچ اور عملی انداز دیکھ کر ششدر رہ گئے۔ ہال میں موجود تمام لوگ اب ظہیر کے اسٹال کے گرد جمع ہو چکے تھے۔ شام کے وقت نتائج کا اعلان ہونے والا تھا۔ تمام بچے دل میں دھک دھک محسوس کر رہے تھے۔

پرنسپل صاحب مائیک پر آئے اور انہوں نے بولنا شروع کیا: ''آج کی اس نمائش میں ہم نے بہت سے مہنگے اور خوبصورت کھلونے دیکھے۔ لیکن سائنس اور آرٹ کا اصل مقصد بازار سے چیزیں خرید کر دکھانا نہیں، بلکہ اپنے ذہن اور محنت سے معاشرے کے مسائل کا حل نکالنا ہے۔ انہوں نے ایک لمحے کا وقفہ لیا اور پھر پرجوش آواز میں کہا: ''اس سال کی نمائش کا پہلا انعام اور گولڈ میڈل جاتا ہے... ظہیر کو!'' پورا ہال تالیوں سے گونج اٹھا۔ ظہیر کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو تھے۔ جب وہ اسٹیج پر انعام لینے گیا تو اس کے والدین اور دادی جان کا سر فخر سے بلند تھا۔ ججوں نے اسے نقد انعام کے ساتھ ساتھ اس کی آئندہ تعلیم کے لیے اسکالرشپ کا سرٹیفکیٹ بھی دیا۔ تقریب کے ختم ہونے کے بعد، وہ بچے جو پہلے ظہیر کو ''کباڑی'' کہہ کر اس کا مذاق اڑاتے تھے، شرمندگی سے اپنے سر جھکائے ہوئے تھے۔ پرویز آگے بڑھا اور اس نے ظہیر سے ہاتھ ملا کر کہا: ''ظہیر! مجھے معاف کر دو۔ میں نے تمہاری محنت اور تمہارے شوق کا مذاق اُڑایا۔ تم واقعی ایک سچے سائنسدان ہو۔ کیا تم مجھے بھی یہ آلات بنانا سکھاؤ گے؟''

ظہیر نے مسکرا کر پرویز کو گلے لگایا اور کہا: ''نیکیاں اور علم بانٹنے کے لیے ہوتے ہیں، پرویز! ہم سب مل کر نئی چیزیں بنائیں گے۔''

اس دن کے بعد سے روشن پور کے بچوں نے بازار سے مہنگے کھلونے خریدنے کی ضد چھوڑ دی اور ظہیر کے ساتھ مل کر اپنے قصبے کو صاف رکھنے اور پرانی چیزوں سے نئی اور مفید اشیاء بنانے کی تربیت لینے لگے اور یوں ظہیر کی محنت نے نہ صرف اس کی زندگی بدلی بلکہ پورے قصبے کے بچوں کی سوچ بھی بدل دی۔

خصوصی رپورٹ

امیر محترم شجاع الدین شیخ کا حلقہ حیدر آباد کا دعوتی و تنظیمی دورہ

رپورٹ: عبدالرحیم بیگ مرزا، ناظم نشر و اشاعت حلقہ

29 اگست 2026ء کو امیر محترم شجاع الدین شیخ، نائب ناظم اعلیٰ جنوبی پاکستان (2) محترم عارف جمال فیاضی کے ہمراہ دعوتی و تنظیمی دورہ پر حیدر آباد پہنچے۔

پہلا دن: ہفتہ، 29 اگست 2026ء

امیر تنظیم اسلامی جناب شجاع الدین شیخ اور نائب ناظم اعلیٰ جنوبی پاکستان (2) صبح 11:00 بجے مسجد جامع القرآن حیدر آباد تشریف لائے، جہاں امیر حلقہ نے ان کا استقبال کیا۔

صبح 11:30 بجے مدرسہ دار العلوم مظاہر العلوم لطیف آباد کے مہتمم مولانا مفتی فصیح صاحب کی دعوت پر امیر محترم نے محترم عارف جمال فیاضی اور امیر حلقہ حیدر آباد محترم امجد حسین چنہ کے ساتھ مدرسے کا دورہ کیا۔

بعد نماز عصر حلقہ حیدر آباد کے دیرینہ ملتزم رفیق محترم غلام نبی کلوڑ کے گھر تشریف لے گئے اور ان کی عیادت کی۔

بعد نماز مغرب نئے مقرر کردہ مقامی امراء محترم فہد لغاری، امیر قاسم آباد شرقی اور محترم عاکف اقبال، امیر نواب شاہ سے انفرادی ملاقاتیں کی اور تنظیمی رہنمائی فرمائی۔

بعد نماز عشاء دورے کا سب سے بڑا عوامی اجتماع ایمپائر بینکویٹ لطیف آباد میں بعنوان ''نبی اکرم ﷺ کا مشن اور ہم'' منعقد ہوا۔

امیر محترم نے امت مسلمہ کی موجودہ زبوں حالی اور زوال کے اسباب پر تفصیلی کلام فرمایا۔ انہوں نے واضح کیا کہ جب تک ہم نبی اکرم ﷺ کے حقیقی مشن یعنی ''اقامت دین'' کے لیے جدوجہد نہیں کریں گے، پستی اور تنزلی کا شکار رہیں گے۔

پروگرام کے دوران تنظیم اسلامی کے تعارف اور فعالیت پر مبنی ایک ڈاکیومنٹری/ ویڈیو بھی دکھائی گئی۔ پروگرام میں تقریباً 600 مرد اور پردہ میں موجود 300 خواتین یعنی کل 900 نے شرکت کی۔

دوسرا دن: اتوار، 30 اگست 2026ء

صبح 09:00 تا 10:30 بجے حیدر آباد کے 70 ذمہ داران کے ساتھ خصوصی ملاقات اور سوال و جواب کی نشست منعقد ہوئی۔

صبح 11:00 تا ظہر حلقہ حیدر آباد کے ''آل رفقاء اجتماع'' میں 150 رفقاء کی شرکت رہی۔ امیر محترم نے تفصیلی خطاب فرمایا، رفقاء کے سوالات کے جوابات دیے اور تذکیر بیعت کا بھی اہتمام ہوا۔ بعد ازاں رفقاء کے ساتھ ظہرانہ تناول فرمایا۔

بعد نماز عصر: لطیف آباد کے مخیر حضرات سے خصوصی ملاقاتیں کیں اور دعوتی کام میں تعاون پر گفتگو ہوئی۔

بعد نماز مغرب دورے کا دوسرا بڑا دعوتی اجتماع ''یوتھ میٹ اپ'' مرینہ بینکوئیٹ لطیف آباد میں منعقد ہوا۔

امیر محترم نے دورِ حاضر میں درپیش جدید فکری، اخلاقی اور معاشرتی مسائل کے حوالے سے نوجوانوں کی فکری رہنمائی فرمائی اور ان کے سوالات کے اطمینان بخش جوابات دیے۔ اس نشست میں 300 سے زائد نوجوانوں نے شرکت کی۔

تیسرا دن: پیر، 31 اگست 2026ء

بعد نماز فجر امیر محترم شجاع الدین شیخ نے کیڈٹ کالج سانگھڑ کے طلبہ کو فکری و تربیتی لیکچر دیا، جس کے بعد یہ دعوتی و تنظیمی دورہ خیر و برکت کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔

اتحادِ ملت اسلامیہ کے زیر اہتمام آل پارٹیز پریس کانفرنس

5 ستمبر 2026ء بروز ہفتہ امیر محترم کے حکم کے مطابق مرکزی ناظم نشر و اشاعت برادرم رضاء الحق، امیر حلقہ لاہور شرقی برادرم نور الورٰی اور راقم پر مشتمل وفد نے لاہور پریس کلب میں اتحادِ ملت اسلامیہ کے زیر اہتمام آل پارٹیز پریس کانفرنس میں شرکت کی۔ پریس کانفرنس میں مختلف مذہبی، دینی اور سیاسی جماعتوں کے نمائندگان موجود تھے۔ پریس کانفرنس کا آغاز نمازِ عصر کے فوراً بعد شام تقریباً 5:00 بجے تلاوت کلام پاک سے ہوا جس کے بعد نعت رسول مقبول ﷺ پیش کی گئی۔

تمام جماعتوں کے نمائندگان نے پاکستان میں توہین قرآن، توہین رسالت اور توہین مقدسات کے ملزمان کو تحفظ دینے اور 295 سی کے قانون کو نشانہ بنانے کے خلاف اپنے اپنے خیالات و جذبات کا اظہار کیا اور اس عزم کا اظہار کیا کہ ناموس قرآن اور ناموس رسالت ﷺ ہماری ریڈ لائنز ہیں۔ لہٰذا اس کو کراس مت کیا جائے اور ہم ناموس رسالت ﷺ کی حفاظت کے لیے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کرنے کے لیے ہر دم تیار ہیں۔

تقریباً 5:20 بجے شام تنظیم اسلامی کا موقف پیش کرتے ہوئے راقم نے اپنی 5 منٹ کی گفتگو میں سب سے پہلے اتحادِ ملت اسلامیہ فورم کو مبارک باد پیش کی کہ اس مبارک موضوع پر انہوں نے آل پارٹیز پریس کانفرنس کا انعقاد کیا۔ راقم نے کہا کہ اتحادِ ملت اسلامیہ کا موقف محض کسی ایک تنظیم یا جماعت یا چند لوگوں کا موقف نہیں بلکہ یہ پاکستان کے ہر مسلمان اور پورے عالم اسلام کا موقف ہے، جس کی تنظیم اسلامی مکمل تائید کرتی ہے۔ راقم نے کہا کہ تنظیم اسلامی دل و جان سے اس مقصد کے لیے اپنے آپ کو پیش کرتی ہے۔

راقم نے کہا کہ 295 سی کے غلط استعمال کا پروپیگنڈا بالکل بے بنیاد ہے اور آج تک اس نوعیت کا کوئی ایک کیس بھی سامنے نہیں آیا کہ کسی بے گناہ کو اس قانون کے تحت سزا ملی ہو۔ المیہ تو یہ ہے کہ جن افراد کے خلاف عدالتوں میں جرم ثابت ہو چکا تھا، آج تک اُن میں سے کسی ایک کی سزا پر بھی عمل درآمد نہیں کیا گیا۔

راقم نے مزید کہا کہ 295 سی ایک سیفٹی وال کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ قانون جہاں پر ناموس رسالت ﷺ کا قانون ہے، وہیں یہ پاکستانی معاشرے، پاکستانی ریاست اور پاکستانی حکومت کے تحفظ کا بھی قانون ہے۔ اگر اس قانون کو ختم کرنے کی ابلیسی کوشش کی گئی تو ملک کے اندر شدید انارکی پھیلنے کا خدشہ موجود ہے۔ پھر لوگ قانون کو اپنے ہاتھ میں لیں گے، جس کا نتیجہ ہرگز اچھا نہیں ہوگا۔

لہٰذا حکومت ہوش کے ناخن لے اور اس قانون کے خلاف بولنے والوں اور پروپیگنڈا کرنے والوں کے خلاف قانونی کارروائی کی جائے اور اگر ایسا قانون موجود نہیں کہ 295 سی کے خلاف بولنے والوں کو سزا دی جاسکے تو پھر فی الفور ضروری قانون سازی کی جائے۔

راقم نے سوال اُٹھایا کہ کیا بدطینت لوگوں کے لیے صرف اسلام، قرآن اور صاحب قرآن ﷺ کی ذات اقدس ہی بچ گئے ہیں کہ نام نہاد اظہار رائے کی آزادی کے نام پر ان کی توہین کی جائے؟

آخر میں راقم نے اس بات کا اظہار کیا کہ ان تمام مسائل کا حل اسلام کے نام پر بننے والے ملک پاکستان میں شریعت محمدی ﷺ کا نفاذ ہے۔ ہم سب کو مل کر شریعت کے نفاذ کے لیے کوشش کرنی چاہیے تاکہ صحیح معنی میں پاکستان اسلامی فلاحی ریاست بن سکے اور اگر ہم ایسا کریں گے تو امریکہ اور یورپی یونین سمیت کسی ملک کو یہ جرأت نہیں ہوگی کہ توہین قرآن، توہین رسالت اور توہین مقدسات کے ملزمان کے حق میں آوازیں اٹھائیں۔ اسی کے اندر مسلمانوں کی دنیا اور آخرت کی فلاح مضمر ہے۔

شام تقریباً 6:30 بجے اجتماعی دعا پر پریس کانفرنس کا اختتام ہوا۔

(مرتب کردہ: مجاہد امین، استاذ و معاون شعبہ تعلیم و تربیت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ — دعائے مغفرت

☆ حلقہ پوٹھوہار، گوجر خان کے ملتزم رفیق محترم مختار احمد وفات پاگئے۔

☆ حلقہ کراچی وسطی گلشن اقبال کے مبتدی رفیق محترم غفران احمد وفات پاگئے۔
برائے تعزیت (بیٹا): 0330-1259785

☆ حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی، پشاور غربی کے مقامی امیر محترم ڈاکٹر عثمان کی والدہ وفات پاگئیں۔ برائے تعزیت: 03334788921

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ
فِیْ رَحْمَتِکَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا!

گوشہ انسداد سود

پاکستان میں انسدادِ سود کی کوششوں کی تاریخ اور مستقبل کے امکانات

(گزشتہ سے پیوستہ)

ضمیمہ (III)

ایں خیال است و محال است و جنوں!

چونکہ ان اسلام پسندوں کو ریاستی حلقوں میں خصوصی مقام و مرتبہ حاصل ہے اسی لیے میڈیا اور ریاستی اداروں میں ان کی رائے کو نمایاں کر کے دکھایا جاتا ہے تاکہ عوام کی بھی انہی خطوط پر تربیت ہو سکے۔ 9/11 کے بعد سے اس رجحان میں شدت پیدا ہو چکی ہے اور روایت سے بغاوت فیشن بن چکا ہے۔

اسلام کے فکر و فلسفہ اور نظام معیشت و معاشرت و سیاست کے باب میں رسول اللہ ﷺ کے آخری خطبے یعنی خطبہ حجۃ الوداع کو خصوصی مقام حاصل ہے۔ اس خطبہ کو اہل نظر نے انسانی تاریخ کا سب سے عظیم اور مؤثر اعلامیہ قرار دیا ہے جس میں انسانیت کے اصول ہائے حریت و اخوت و مساوات کے سب سے اعلیٰ اور نمایاں اوصاف بیان ہوئے ہیں۔ (جاری ہے)

بحوالہ: ''انسداد سود کا مقدمہ اور وفاقی شرعی عدالت کے 14 سوال'' از حافظ عاطف وحید

آہ! فیڈرل شریعت کورٹ کے سود کے خلاف فیصلہ کو 1602 دن گزر چکے!

اخبارِ اسلام

غزہ اصل صورتحال کیا ہے؟ (بشکریہ فرینڈز آف فلسطین)

- فلسطینی مرکزی شماریاتی ادارے کے مطابق 2025ء کے اختتام تک دنیا بھر میں فلسطینیوں کی تعداد تقریباً ڈیڑھ کروڑ ہو گئی ہے، جن میں تقریباً 74 لاکھ فلسطین میں جبکہ تقریباً 81 لاکھ بیرونِ فلسطین آباد ہیں۔ اعداد و شمار کے مطابق فلسطینی مہاجرین اردن، لبنان، شام، خلیجی ممالک، یورپ، امریکا اور ترکیہ سمیت مختلف خطوں میں آباد ہیں۔
- اسرائیلی فوج کی جنگ بندی کی خلاف ورزیوں کے دوران الصبر محلے میں ایک گاڑی کو نشانہ بنایا گیا، جس کے نتیجے میں ایک بچی سمیت دو فلسطینی شہید اور متعدد زخمی ہو گئے۔ شہری دفاع کے مطابق تباہ شدہ عمارتوں کے ملبے تلے اب بھی 8 ہزار سے زائد لاشیں موجود ہونے کا خدشہ ہے، جبکہ بھاری مشینری اور ضروری آلات کی کمی کے باعث انہیں نکالنے کا عمل انتہائی دشوار ہے۔ فلسطینی وزارتِ صحت کے مطابق جنگ بندی کے بعد شہداء کی تعداد 1344 اور زخمیوں کی تعداد 4481 ہو گئی ہے، جبکہ 7 اکتوبر 2023ء سے اب تک شہداء کی مجموعی تعداد 73651 اور زخمیوں کی تعداد 174592 تک پہنچ چکی ہے۔ عالمی بینک، اقوامِ متحدہ اور یورپی یونین کے جائزے کے مطابق غزہ میں 58 ملین ٹن سے زائد ملبہ جمع ہو چکا ہے۔ اس ملبے میں لوہے اور کنکریٹ جیسے دوبارہ قابلِ استعمال مواد کے ساتھ انسانی باقیات، غیر پھٹے ہوئے بم اور قانونی شواہد بھی موجود ہو سکتے ہیں۔ لبنانی وزارتِ صحت کے مطابق 2 مارچ کے بعد اسرائیلی جارحیت کے نتیجے میں 4381 افراد شہید اور 12402 زخمی ہو چکے ہیں۔ وزارت کے مطابق 8 اکتوبر 2023ء سے لبنان پر جاری اسرائیلی حملوں میں مجموعی طور پر 8940 افراد شہید اور 30619 زخمی ہوئے ہیں۔
- فلسطینی وزارتِ تعلیم نے غزہ میں نئے تعلیمی سال کے لیے تقریباً 700 مستقل تعلیمی مراکز اور 25 عارضی سکول قائم کرنے کی تیاری شروع کر دی ہے۔ طلبہ کے لیے باقاعدہ تعلیم 19 ستمبر سے شروع کرنے کا منصوبہ ہے، جبکہ مستقل تعلیم سے محروم رہنے والے بچوں کے لیے آن لائن تعلیم کا سلسلہ بھی جاری رکھا جائے گا۔ تقریباً 5 لاکھ 41 ہزار طلبہ کو اس تعلیمی پروگرام سے فائدہ پہنچانے کا ہدف ہے۔ نئے تعلیمی سال کے آغاز پر مغربی کنارے میں 2537 سکولوں نے تقریباً 8 لاکھ 46 ہزار طلبہ و طالبات کے لیے اپنے دروازے کھول دیے ہیں، تاہم فوجی چھاپوں، راستوں کی بندش اور سکولوں کی مسماری کے خطرات کے باعث تعلیمی نظام کو بدستور مشکلات کا سامنا ہے۔ نابلس کے حوارہ اور برقا سکولوں میں اسرائیلی فوجی کارروائیوں کے باعث تدریسی سرگرمیاں بھی متاثر ہوئیں۔ بیلجیم کی وزیر پناہ گزین و ہجرت انیلین فان بوسویت نے تصدیق کی ہے کہ حکومت نے غزہ کے 13 فلسطینی طلبہ کو ملک میں داخلے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا ہے، حالانکہ ان کے پاس ویزے اور تعلیمی وظائف موجود ہیں۔
- ڈاکٹر عبدالرحمٰن زکی محمد نے کہا ہے کہ غزہ اور فلسطین کے موجودہ حالات نے جنگ، محرومی، مزاحمت اور تلخ تجربات کے درمیان پروان چڑھنے والی ایک نئی نسل کو جنم دیا ہے اور موجودہ حالات آئندہ نسل کی سوچ، ترجیحات اور مستقبل کے تصور پر گہرے اثرات مرتب کر رہے ہیں۔ جبکہ اسلامک ریسرچ سینٹر کے بانی ڈاکٹر ذاکر نائیک نے کہا ہے کہ غزہ کی صورتحال نے دنیا پر اسرائیل کے اثر و رسوخ کو نمایاں کر دیا ہے۔

مسلم دنیا سے متعلق دیگر ممالک کی اہم خبریں

- ایران: معاشی دباؤ کا مقابلہ، آبنائے ہرمز پر سخت موقف: ایرانی حکومت نے امریکی پابندیوں اور جنگی حالات کے معاشی اثرات سے نمٹنے کے لیے اقدامات تیز کرتے ہوئے وزارتِ معیشت کے تحت خصوصی ”اقتصادی جنگ“ ہیڈ کوارٹر قائم کر دیا ہے، جس کا مقصد کاروبار، تجارت، مالی معاملات اور دیگر شعبوں میں پیدا ہونے والی رکاوٹوں کا فوری حل تلاش کرنا ہے۔ ایرانی پارلیمنٹ کے اسپیکر محمد باقر قالیباف نے کہا ہے کہ ایران کے خلاف کسی مزید حملے کا جواب پہلے سے زیادہ تیز اور شدید ہوگا، تاہم اصل جنگ پیداوار، روزگار، مہنگائی، کرنسی کی قدر اور مارکیٹ مینجمنٹ کے محاذ پر بھی لڑی جا رہی ہے۔ حکومت نے ماہانہ 110 لیٹر سے زیادہ پٹرول استعمال کرنے والوں کے لیے قیمت 5 ہزار سے بڑھا کر 10 ہزار تومان فی لیٹر کرنے کا اعلان کیا ہے، جبکہ 110 لیٹر تک استعمال کرنے والوں کے لیے قیمت برقرار رہے گی۔ ادھر امریکی میڈیا کے مطابق صدر ڈونلڈ ٹرمپ ایران کے ساتھ جاری جنگ باضابطہ طور پر ختم کرنے کے امکان پر غور کر رہے ہیں، تاہم دوسری جانب پینٹاگون خطے میں امریکی فوجی تعیناتی بڑھانے کی حکمتِ عملی پر بھی عمل پیرا ہے۔
- ترکیہ: طیارہ بردار جہاز سمندر میں اتارنے کا اعلان: ترکیہ نے 27 ستمبر 2027ء کو اپنا پہلا طیارہ بردار بحری جہاز سمندر میں اتارنے کا اعلان کیا ہے، جو بیک وقت بغیر پائلٹ طیاروں، بحری اور زیرِ آب گاڑیوں کی تعیناتی کی صلاحیت رکھے گا۔
- بھارت: 20 مدارس بند اور قدیم مسجد شہید: ریاست اتراکھنڈ میں انتظامیہ نے مدارس کے خلاف کارروائی کرتے ہوئے مزید تین مدارس سیل کر دیے، جبکہ ریاست میں مکمل طور پر بند کیے گئے مدارس کی تعداد 20 ہو گئی ہے۔ اترپردیش کے شہر سہارنپور میں انتظامیہ نے تقریباً 70 سال پرانی مسجد کو عدالتی حکم کے بعد شہید کر دیا۔ کانگریس کے رکنِ پارلیمنٹ عمران مسعود نے اقدام کے خلاف سپریم کورٹ جانے کا اعلان کیا ہے۔
- آسٹریا: طالبات کے اسکارف پر پابندی: 14 سال سے کم عمر طالبات کے اسکارف پہننے پر پابندی کا قانون نافذ ہو گیا ہے۔ خلاف ورزی پر 800 یورو تک جرمانہ عائد کیا جا سکے گا۔ جبکہ مسلم نمائندہ تنظیم نے قانون کو بنیادی حقوق کی خلاف ورزی قرار دیتے ہوئے اسے عدالت میں چیلنج کرنے کا اعلان کیا ہے۔
- سعودی عرب: امریکہ سے 5 ارب ڈالر کے بم خریدنے کی منظوری: امریکہ نے سعودی عرب کو پانچ ارب ڈالر مالیت کے جدید بم فروخت کرنے کی منظوری دے دی ہے۔ امریکی محکمہ خارجہ کے مطابق سعودی عرب کو 750 ملین ڈالر مالیت کے ٹینک انجن بھی فروخت کیے جائیں گے۔ امریکہ نے عمان کو ایف سولہ طیاروں سے متعلق 188 ملین ڈالر کی خدمات اور عراق کو 150 ملین ڈالر مالیت کے بیلی کاپٹرز کی فروخت کی بھی منظوری دی ہے۔
- عراق: تیل برآمد کرنے کی صلاحیت میں اضافہ: عراق نے خام تیل برآمد کرنے کی یومیہ صلاحیت 30 لاکھ بیرل سے بڑھا دی ہے اور اسے 50 لاکھ بیرل یومیہ تک پہنچانے کا منصوبہ بنایا ہے۔ واضح رہے کہ عراق کے ثابت شدہ تیل کے ذخائر تقریباً 145 ارب بیرل ہیں۔

تحقیق: خالد نجیب خان (معاون مرکزی شعبہ نشر و اشاعت)

چمکدار صفائی
گہرائی تک اثر
شاندار صفائی، اُجلی دھلائی
کم مقدار، زیادہ صفائی
منفرد اور دیرپا خوشبو
رنگوں کی حفاظت
کپڑوں کی حفاظت
جلد کی حفاظت
1kg
KLINIT
Multi Action
Power Magic
Detergent Powder
DELIVERY
ALL OVER
PAKISTAN
میرا با اعتماد
انتخاب
شاندار صفائی
کم پیسے، زیادہ دھلائی
بھرپور جھاگ، داغوں کا صفایا
مہکتی خوشبو
1kg
Whiff
Detergent Powder
Cleans + Disinfects
Let your Clothes Smile!
JR Industries:
Shah House, Plot # A89-91, Dhani Bux,
Sector 51-A, Scheme 33, Karachi Pakistan
For Online Order
0304 706 1265
jri.com.pk

Vol: 35 Regd. No. C.P.L NO.114 No.35

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore